بدل جاتی ہیں

تقدیریں

تصنیفِ لطیف

حُضور فیض ملت مُفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو صالح مفتی

محمد فیض احمد اویسی رضوی رحمۃ اللہ علیہ

Visit Uwaysi Books
www.faizahmedowaisi.com

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد للّٰہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علٰی رسولہ الکریم

الامین وعلٰی آلہ واصحابہ اجمعین

مسلمان کو عقیدہ رکھنا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر حق ہے۔ اس کی تفصیل و تَجَسُّس میں پڑنا ہلاکت ہے اِس کے متعلق فقیر چند عقیدے ابتداء میں عرض کرتا ہے۔

پھر یہ بَحث آئے گی کہ تقدیر ٹل جاتی ہے یا نہیں، کونسی تقدیر ٹل جاتی ہے اور کون سی نہیں، تفصیل آئے گی۔

پہلے تقدیر کے عقائد یاد کرلیجئے۔

عقیدہ: اللہ ایک ہے کوئی اُس کا شریک نہیں، نہ ذات میں نہ صفات میں نہ اَفعال میں نہ اَحکام میں نہ اَسماء میں۔ وہی اِس کا مستحق ہے کہ اُس کی عبادت و پَرَسْتِش ہو، وہ بے پرواہ ہے کسی کا محتاج نہیں اور تمام جہان اُس کا محتاج ہے۔

عقیدہ: ہر بھلائی برائی اُس نے اپنے علمِ اَزَلی کے مُوافِق مقدَّر فرمادی ہے۔ جیسا ہونے والا تھا اور جو جیسا کرنے والا تھا اپنے علم سے جانا اور وہی لکھ لیا تو یہ نہیں کہ جیسا اُس نے لکھ دیا ویسا ہم کو کرنا پڑتا ہے۔ جیسا ہم کرنے والے تھے ویسا اُس نے لکھ دیا۔ مثلاً زید کے ذمّہ برائی لکھی اِس لئے کہ وہ برائی کرنے والا تھا، اگر زید بھلائی کرنے والا ہوتا، وہ اُس کے لئے بھلائی لکھتا تو اُس کے علم یا اُس کے لکھ دینے نے کسی کو مجبور نہیں کردیا۔

عقیدہ: حقیقتاً روزی پہنچانے والا وہی ہے، ملائکہ وغیرہم وَسائِل (وسیلے) و وَسائِط (واسطے) ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کے کسی عرض و معروض کا محتاج نہیں، اَلبتّہ اُن کے اِعزاز میں اُن کے معروضات کے مُطابِق اپنی تقدیر بدل دیتا ہے، یہ اُس کا کرم ہے، یہی ہمارا رِسالۂ ہٰذا کا مُوضوع ہے۔

عقیدہ: وہ جو چاہے جیسا چاہے کرے، کسی کو اُس پر قابو نہیں اور نہ کوئی اُس کے اِرادے سے اُسے باز رکھنے والا، اُس کو نہ اُونگھ آئے نہ نیند، تمام جہان کا نگاہ رکھنے والا، نہ تھکے نہ اُکتائے۔ تمام عالَم کا پالنے والا، ماں باپ سے زیادہ مہربان، علم والا، اُسی کی رَحمَت ٹوٹے ہوئے دلوں کا سہارا، اُسی کے لئے بڑائی اور عَظمَت ہے۔ ماؤں کے پیٹ میں جیسی چاہے صُورت بنانے والا، گناہوں کو بخشنے والا، توبہ قبول کرنے والا، قہر و غضب فرمانے والا، اُس کی پکڑ نہایت سخت ہے جس سے بغیر اُس کے چُھڑائے کوئی چُھوٹ نہیں سکتا، وہ چاہے تو چھوٹی چیز کو وَسیع (کشادہ) کردے اور وَسیع کو سمیٹ دے، جس کو چاہے بلند کردے اور جس کو چاہے پست، ذلیل کو عزت دے دے اور عزت والے کو ذلیل کردے جس کو چاہے راہ راست پر لائے اور جس کو چاہے سیدھی راہ سے الگ کردے، جسے چاہے اپنا نزدیکی بنالے اور جسے چاہے مردود کردے، جس کو چاہے دے اور جو چاہے چھین لے، وہ جو کچھ کرتا ہے یا کرے گا عدل و انصاف ہے ظُلم سے پاک ہے۔

اِنتِباہ: قضاء و قدر (تقدیر) کے مَسائِل عُقول (عقلوں) و فُہوم (سمجھ) میں نہیں آسکتے زیادہ غور و فکر کرنا سَبَبِ (وجہ) ہلاکت ہے۔ صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما اِس مسئلہ میں بَحَث کرنے سے منع فرمائے گئے ماو شما (ہم اور تم) کس گنتی میں، اتنا سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو مثل پتھر اور دیگر جَمادات کے بے حِس و حرکت نہیں پیدا کیا بلکہ اُس کو ایک نوعِ اِختیار (ایک قسم کا اِختیار) دیا ہے کہ ایک کام چاہے کرے چاہے نہ کرے اور اُس کے ساتھ ہی عقل بھی دی ہے کہ بھلے، بُرے، نفع، نقصان کو پہچان سکے اور ہر قسم کے سامان اور اَسباب مُہیّا کر دیئے ہیں کہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے اِسی قسم کے سامان مُہیّا ہو جاتے ہیں اور اِسی بناء پر اُس پر مواخذہ (Accountability) ہے۔ اپنے آپ کو بالکل مجبور یا بالکل مُختار سمجھنا دونوں گمراہی ہیں۔

مسئلہ: بُرا کام کرکے تقدیر کی طرف نِسبت کرنا اور مشیّتِ الٰہی (اللہ تعالیٰ کی مرضی) کے حوالہ کرنا بہت بُری بات ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ جو اچھا کام کرے اُسے منجانب اللہ کہے اور جو برائی سَرزَد (واقع) ہو اُس کو شامَت (ملامَت) نفس تَصَوُّر کرے۔

فائدہ: اُس کے ہر فعل (کام) میں کثیر حِکمتیں ہیں خواہ ہم کو معلوم ہوں یا نہ ہوں اور اُس کے فعل (کرنے) کے لئے غرض (مقصد) نہیں کہ غرض (مقصد) اُس فائدے کو کہتے ہیں جو فاعل (کرنے والے) کی طرف رُجوع کرے، نہ اُس فعل (کام) کے لئے غایت (نتیجہ) کہ غایَت (نتیجہ) کا حاصل بھی وہی غرض (مقصد) ہے اور نہ اُس کے اَفعال علّت و سبب کے محتاج، اُس نے اپنی حِکمَت بالغہ (کاملہ) کے مُطابِق عالَمِ اَسباب میں مُثبات (دَلائِل) کو اِثبات (ثبوت) سے رَبط فرما (جوڑ) دیا ہے۔ آنکھ دیکھتی ہے، کان سنتا ہے، آگ جلاتی ہے، پانی پیاس بجھاتا ہے، وہ چاہے تو آنکھ سنے، کان دیکھے، پانی جلائے، آگ پیاس بجھائے، چاہے تو لاکھ آنکھیں ہوں دن کو پہاڑ نہ سُوجھے (نظر آئے)۔ کروڑ آگیں ہوں ایک تنکے پر داغ نہ آئے کس قہر کی آگ تھی جس میں ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کافروں نے ڈالا، کوئی پاس نہ جاسکتا تھا گوپھن[1] میں رکھ کے پھینکا جب آگ میں تشریف لے گئے تو آپ پر نار (آگ) گُلزار ہوگئی۔ مزید تفصیل کے لئے فقیر کا رسالہ "تقدیر حق ہے" پڑھئے۔

---

(۱) "گوپھن یعنی "sling" ہے۔ یہ ایک قسم کا ہتھیار ہوتا ہے جو پتھروں یا دیگر اشیاء کو پھینکنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ

امابعد! ہمارے دور میں عام وہابی دیوبندی کہہ دیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی تقدیر کوئی نہیں ٹال سکتا ہے اور عام سنّی مسلمان کہتے ہیں کہ

نگاہِ ولی میں وہ تاثیر دیکھی ہزاروں کی بدلتی تقدیر دیکھی

فقیر اِسکی وضاحت کے لئے رِسالۂ ہذا ہدیۂ ناظرین کرتا ہے تاکہ عوام کے لئے مَشْعَلِ راہِ ہدایت اور فقیر اور ناشرین کے لئے توشۂ (شاندار) آخرت ہو۔

آمِیْنَ بِجَاہِ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ﷺ وَأَصْحَابِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ أَجْمَعِیْنَ

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غُفِرَلَہٗ

بہاول پور۔ پاکستان

مُقدّمه

تقدیر ٹل بھی جاتی ہے اور نہیں بھی۔ عوامِ وہابی دیوبندی کا مذہبی تَعَصُّب پر مطلقاً انکار خطا اور گناہ ہے اور عوامِ اَہلِ سنّت مطلقاً تبدیلیٔ تقدیر کا دعویٰ بھی غلط ہے، اس لئے کہ تقدیر کی تین قسم ہے:

(۱) مُبرَم (۲) مُعلّق (۳) شَبِیہ بِالْمُبرَم۔

پہلی دو قسموں میں دونوں فرقوں کے عُلَماءِ کرام متفق ہیں تیسری قسم میں اِختلاف ہے۔

فقیر پہلی دو قسموں کی تفصیل عرض (پیش) کرتا ہے۔

(۱) **تَقدِیرِ مُعَلَّق:** مُعَلَّق بدلتی رہتی ہے۔

(۲) **تقدیر مُبْرَم:** اٹل اور مُحکَم (یقینی) ہے اِس میں تبدیلی مُحال ہے کیونکہ تقدیرِ مُبرَم اللہ تعالیٰ کا علمِ اَزَلی ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں تبدیلی جَہَل (جہالَت) کو مُستَلزِم (لازم) ہے، نہ اُس کا علم بدل سکتا ہے نہ تقدیرِ مُبرَم بدل سکتی ہے۔ تقدیرِ مُعَلَّق یہ ہے کہ مثلاً لَوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے کہ فلاں شخص شَقی (بد قسمت) ہے یا سَعید (نیک قسمت) ہے یا فلاں کی عمر اتنی ہے پھر اگر وہ کوئی نیک کام کرے یا کوئی نیک شخص اُس کے حق میں دعا کرے تو اُس کی شَقاوَت (بد بختی)، سَعادَت (نیک بختی) سے بدل جاتی ہے یا اُس کی عمر بڑھ جاتی ہے اور اگر وہ نیک کام نہ کرے یا کوئی نیک شخص اُس کے حق میں دعا نہ کرے تو وہ بدَستور شَقی رہتا ہے اور اُس کی عمر اُتنی ہی رہتی ہے اُس کو محو (مٹانا) اور اِثبات سے تعبیر کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے علمِ ازلی میں یہ مُقرّر ہوتا ہے کہ وہ بالآخر شَقی ہوگا یا نہیں ہوگا اور اس کی عمر بڑھے گی یا نہیں اور یہی تقدیرِ مُبرَم ہے۔ اِن دونوں پر چونکہ دونوں گروہوں (فرقوں) کے عُلَماء کا اِتّفاق ہے، اِسی لئے اِن کے لئے دَلائل کی ضرورت نہیں۔ ہاں محض تَبَرُّک کے طور چند اِثباتی دَلائل دَلائل حاضر ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَمحوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ۔ (پارہ ۱۳، سورۃ الرعد، آیت ۳۹)

ترجمہ: اللہ جو چاہے مٹاتا اور ثابت کرتا ہے اور اصل لکھا ہوا اُسی کے پاس ہے۔

فائدہ: مُفَسّرین نے کرام نے فرمایا کہ اس آیت میں مَحو (مٹانا) اور اِثبات سے مراد قَضاء مُعَلَّق ہے اور اُمُّ الکتاب سے مراد قَضاءِ مُبرَم ہے۔

تقدیرِ مُعَلَّق: یعنی بدل جانے والی تقدیر کے متعلق روایات ملاحظہ فرمائیں:

(۱)عَنْ سَلْمَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَرُدُّ ال قضاءِ إِلَّا الدُّعَاءُ، وَلَا يَزِيدُ فِي العُمْرِ إِلَّا البِرُّ۔ [۲]

(سنن الترمذی)

یعنی حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تقدیر کو صرف دعا ٹال سکتی ہے اور عمر صرف نیکی سے زیادہ ہوتی ہے۔ یہ حدیث حَسَن غریب ہے۔

(۲)عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَزِيدُ فِي الْعُمْرِ إِلَّا الْبِرُّ، وَلَا يَرُدُّ الْقَدَرَ إِلَّا الدُّعَاءُ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِخَطِيئَةٍ يَعْمَلُهَا۔ [۳] (سنن اِبنِ ماجہ)

یعنی حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عمر صرف نیکی سے زیادہ ہوتی ہے اور تقدیر صرف دعا سے ٹلتی ہے اور انسان اپنے گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔

(۳)عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ، أَوْ يُنْسَأَ فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ»۔ [۴] (صحیح المسلم)

یعنی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے جس کو رزق کی کُشادگی یا عمر میں زیادتی سے خوشی ہو، وہ رشتہ داروں سے تعلق جوڑے۔

(۴)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے آج رات ایک عجیب خواب دیکھا میری اُمّت میں سے ایک شخص کے پاس مَلَکُ الموت علیہ السلام روح قبض کرنے کے لئے آیا تو اُس کے پاس اُس کے ماں باپ کی نیکی آئی اور اُس نے مَلَکُ الموت علیہ السلام کو واپس کر دیا یہ حدیث بہت حَسَن ہے۔[۵]

(۵)حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اِبنِ آدم! اپنے رب سے لَوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی عمر کو کبھی مٹا کر بڑھا دیا جاتا ہے اور کبھی اُس کو برقرار رکھا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اَنجام کار (آخر کار) اُس کی عمر کا جو علم ہے وہ حَتمی (یقینی) اور قطعی ہے اُس میں کوئی کمی بیشی (زیادتی) اور تَغَیُّر اور تَبَدُّل تبدیلی) نہیں ہے۔[۶] (فتح الباری وعینی وغیرہ)

---

(۲)(سنن الترمذی، کتاب القدر، الباب ما جاء لا یرد القدر الا الدعاء، ۴/ ۴۴۸، الحدیث ۲۱۳۹، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر، الطبعة: الثانية، ۱۳۹۵ھ ۱۹۷۵م)

(۳)(سنن الترمذی، کتاب القدر، الباب ما جاء لا یرد القدر الا الدعاء، ۱/ ۳۵، الحدیث ۹۰، دار إحیاء الكتب العربية)

(۴)(صحیح المسلم، کتاب البر والصلة والآدب، الباب صلة الرحم وتحريم قطيعتها، ۴/ ۱۹۸۲، الحدیث ۲۵۵۷، دار إحیاء الكتب العربية)

(۵)(الروح لابن القیم، المسألة العاشرة الأسباب المنجية من عذاب القبر جوابها أيضا من وجهين، ص۸۲ دار الكتب العلمية بيروت)

(۶)اس متن کا آخری حصے کے ملتے جلتے الفاظ عمدۃ القاری میں ہیں۔

(عمدة القاري شرح صحيح البخاري، کتاب الصوم، باب من أحب البسط في الرزق، ۱۱/ ۱۸۱، دار إحياء التراث العربي، ودار الفكر۔ بيروت)

نوٹ: جتنی روایات اِس بارے میں وارِد ہیں اُن سب کا ایک ہی مطلب ہے۔

اَقوالِ مُفَسِّرین کرام ومُحَدِّثین عِظام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم

قرآن واَحادیث کو جس طرح اَسلافِ صالحین رحمہم اللہ نے سمجھا ہم اُنکی گرد (دھول) تک نہیں پہنچ سکتے اُن کے اَقوال بھی ملاحظہ ہوں:

(۱) امام لُمُفَسّرِین حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ **يَمحو االلّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ** کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اگر یہ اِعتراض کیا جائے کہ اَہلِ سنّت کا یہ عقیدہ ہے کہ جو کچھ ہونا ہے اُس کے متعلق قلم خشک ہو چکا ہے تو پھر لَوحِ میں کسی چیز کے مٹانے اور اُسکو ثابت رکھنے کا کیا مطلب ہے، اِس کا جواب یہ ہے کہ اُس محو (مٹانے) اور اِثبات کے متعلق بھی قلم خشک ہو چکا ہے، اللہ تعالیٰ کے علمِ اَزلی اور اُس کی قَضاء میں یہ پہلے سے تھا کہ کس چیز کو مٹانا ہے اور کس چیز کو باقی رکھنا ہے اور اِس آیت میں اُمُّ الکتاب سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔[۷] (تفسیر الرازی)

(۲) مُفَسّرِ مُحقّق حضرت علامہ محمد بن احمد مالکی رَحمَۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کی قضاء میں کوئی تبدیلی نہیں ہے اور یہ محو (مٹانا) اور اِثبات قَضاء میں پہلے سے تھا اور جو کچھ قضاء میں مُقرّر ہو چکا ہے وہ حَتمی (یقینی) طور پر واقع ہونا ہے حضرت اِبنِ عباس سے اُمُّ الکتاب کے متعلق سوال کیا گیا تو اُنہوں نے کہا اِس سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔[۸] (تفسیر قرطبی)

(۳) مشہور مُفَسّرِ حضرت سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے مُدَلّل و مُفَصّل لکھا ہے کہ بعض اَفاضِل (فاضل عُلَماء) نے تقدیر کے مسئلہ میں لکھا ہے کہ ہر چیز میں تَغیُّر اور تَبدُّل (تبدیلی) ممکن ہے حتیٰ کہ قَضاء ازلی میں بھی تَغیُّر اور تَبدُّل (تبدیلی) ممکن ہے، اُن کے بعض دَلائل یہ ہیں:

حدیثِ صحیح میں ہے نبی ﷺ نے قُنوت میں دعا کی: **وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ۔**[۹]

یعنی تو نے جو قضا کی ہے اُس کے شر سے مجھے محفوظ رکھ۔

اِس دعا میں قَضاءِ اَزلی کے شر سے محفوظ رہنے کی طلب ہے اور اگر قَضاءِ اَزلی میں تَغیُّر ممکن نہ ہو تا تو اُس سے محفوظ رہنے کی طلب صحیح نہیں تھینیز جب نبی ﷺ نے تراویح کے لئے نہ آنے کا عُذر بیان کیا تو فرمایا: **خشيت أن تفرض عليكم فتعجزوا عنها۔**[۱۰] (تفسیر الآلوسی)

یعنی مجھے یہ خَدشہ (خوف) ہے کہ تراویح تم پر فرض کر دی جائیگی تو پھر تم اُن کی ادائیگی سے عاجز ہو جاؤ۔

---

(۷) (التفسير الكبير، سورة الرعد، تحت آيت ۳۸ الى ۳۹، ۱۹/۵۲، ، دار إحياء التراث العربي – بيروت، الطبعة: الثالثة ۱۴۲۰ھ)

(۸) (تفسير القرطبي، سورة الرعد، تحت آيت ۳۸ الى ۳۹، ۹/۳۳۳، دار الكتب المصرية القاهرة، الطبعة: الثانية، ۱۳۸۴ھ ۱۹۶۴م)

(۹) (صحيحُ ابن خُزَيمة، بَابُ ذِكْرِ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا أَوْتَرَ هَذِهِ اللَّيْلَةَ، ۱/ ۵۴۳، الحديث ۱۰۹۵، المكتب الإسلامي، الطبعة: الثالثة، ۱۴۲۴ھ ۲۰۰۳م)

(۱۰) (روح المعاني، سورة الرعد، تحت آيت ۱۹ الى ۲۳، ۷/۱۶۱، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة: الأولى، ۱۴۱۵ھ)

(۴) حضرت علامہ تفتازانی فرماتے ہیں کہ جن اَحادیث میں نیکی سے عمر میں اِضافہ کا ذکر ہے ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ اگر انسان نے یہ نیکی نہیں کی تو اس کی عمر چالیس سال ہو گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ انسان وہ نیکی کرے گا اور اس کی عمر ستر سال ہو جائے گی اللہ تعالیٰ کے علم کی بناء پر اس اِضافہ کی نسبت اس نیکی کی طرف کر دی گئی۔[11] (شرح عقائد نسفی للتفتازانی، ص ۷۳)

نوٹ: اس بارے میں جتنی عبارات لکھی جائیں ان سب کا ایک ہی مقصد ہو گا۔

تقدیرِ مُعَلَّق کے مزید دَلائِل:

(۱) حدیث شریف گزر چکی ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے چند روز تراویح پڑھ کر چھوڑ دیں فرمایا کہ اگر میں اُنہیں پڑھتا رہتا تو مجھے خَدْشہ (خوف) ہے کہ تم پر بھی فرض ہو جائے پھر تم اُس کی ادائیگی سے عاجز ہو جاؤ۔[12] اِس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ تقدیرِ مُعلَّق بھی ہوتی ہے کیونکہ اگر قَضاءِ اَزَلی میں اِس کا فرض ہونا تھا تو یہ ہر حال میں فرض ہوتی اور اگر قَضاءِ سابِق میں اِس کی فَرضِیّت نہیں تھی تو اگر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تراویح پڑھاتے رہتے تب بھی اُس کا فرض ہونا مُحال تھا اِس لئے آپ کو تراویح کی فَرضِیّت کا جو خَدْشہ (خوف) تھا وہ اُسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جب قَضاءِ سابِق میں تَغَیُّر ممکن ہوا۔[13]

(۲) شبِ معراج آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو معلوم ہو چکا تھا کہ صرف پانچ نمازیں فرض ہونگی اور اِن کے علاوہ نماز فرض نہیں ہو گی اِس کے **باوُجود** یہ خَدْشہ تھا کہ تراویح فرض نہ ہو جائے اور یہ خَدْشہ جبھی صحیح ہو سکتا ہے جب قَضاءِ سابِق میں تَغَیُّر ممکن ہو۔[14]

(۳) جب سخت آندھی آتی تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ خوف ہوتا کہ کہیں قیامت نہ آگئی ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو خبر دی تھی کہ قیاُمَت آنے سے پہلے مَہدی کا ظُہور ہو گا، یاجوج، ماجوج اور دابۃ الارض کا خُروج ہو گا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو گا، اور سورج مغرب سے طلوع ہو گا اور اِن علاُمَت وں کے ظُہور سے پہلے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو قیاُمَت کے آنے کا خوف دامن گیر ہونا اُسی وقت درست ہو سکتا ہے جب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نزدیک قَضاءِ سابِق میں تَغَیُّر ممکن ہو۔

(۴) جن صحابہ کو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جنّت کی بَشارَت دے دی تھی وہ بھی دوزخ سے بہت ڈرتے تھے حتیٰ کہ بعض کہتے تھے کہ "کاش میری ماں نے مجھ کو جنا نہ ہوتا"[15] حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ فرماتے ہیں کہ "اگر ایک کے سِوا سب جنّت میں چلے جائیں گے تو مجھے یہ گمان ہو گا کہ وہ ایک میں ہوں" اور جب مُخْبِرِ صادق صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اُن کے جنّتی ہونے کی خبر دے چکے ہیں تو اُن کے گمان کی صرف یہ وجہ ہے کہ قَضاء میں تَغَیُّر ممکن ہے نیز اگر قَضاء میں تَغَیُّر ممکن نہ ہو تو پھر دعا کرنا

---

(۱۱) (شرح العقائد النسفية، المقتول ميت بأجله، ۶۴/۱، مكتبة الكليات الأزهرية، الطبعة: الأولى ۱۹۸۷م)

(۱۲) (صحيح البخاري، كِتَابُ الجُمُعَةِ، بَابُ مَنْ قَالَ فِي الخُطْبَةِ بَعْدَ الثَّنَاءِ: أَمَّا بَعْدُ، ۱/ ۵۴۳، الحديث ۱۰۹۵، : دار طوق النجاة، الطبعة: الأولى، ۱۴۲۲ھ)

(۱۳) (روح المعاني، سورة الرعد، تحت آيت ۱۹ الى ۲۳، ۱۶۱/۷، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة: الأولى، ۱۴۱۵ھ)

(۱۴) (روح المعاني، سورة الرعد، تحت آيت ۱۹ الى ۲۳، ۱۶۱/۷، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة: الأولى، ۱۴۱۵ھ)

(۱۵) (شعب الإيمان، الخوف من الله تعالى، ۲۲۸/۲، مكتبة الرشد، الطبعة: الأولى، ۱۴۲۳ھ ۲۰۰۳م)

لَغْو اور عَبَث ہو گا کیونکہ اگر وہ کام ہونا ہے تو دعا کرے یا نہ کرے وہ کام ہو جائے گا اور اگر نہیں ہونا تو دعا بے سود (بے فائدہ) ہے اور اِس کام کو طَلَب کرنا مُحال کو طَلب کرنا ہے، حالانکہ دعا کرنے کا حکم ہے۔[16]

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اُدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ (پارہ ۲۴، سورۃ مؤمن، آیت ۶۰)

ترجمہ: مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

حدیث میں ہے امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ حضرت اِبنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے:

لا ينفع الحذر من القَدَر، ولكن الله يمحو بالدعاء ما يشاء من القَدَر۔[17] (المستدرک علی الصحیحین للحاکم)

یعنی تقدیر سے ڈرنے سے فائدہ نہیں ہو گا لیکن اللہ تعالیٰ دعا کے سبب جو چاہتا ہے تقدیر سے مٹا دیتا ہے۔

امام اِبنِ عساکر نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت کیا ہے کہ اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اِس آیت (یمحوا اللّٰہ مایشاء) کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لأقرن عينك بتفسيرها ولأقرن عين أُمَّتي بعدي بتفسيرها، الصدقة على وجهها وبر الوالدين واصطناع المعروف يحول الشقاء سعادة ويزيد في العمر ويقي مصارع السوء۔[18] (تفسیر آلالوسی)

یعنی میں اِس آیت کی تفسیر کر کے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کروں گا اور میرے بعد میری اُمَّت کی آنکھیں تم ٹھنڈی کرنا، صحیح طریقہ سے صدقہ کرنا، ماں باپ سے حُسنِ سُلوک کرنا اور نیکی کے کام کرنا، شَقاوَت (بد بختی) کو سَعادَت (نیک بختی) سے بدل دیتا ہے، عمر زیادہ کرتا ہے اور ناگَہانی (اچانک) آفتوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

تقدیرِ مُبْرَم: تقدیر بالکل نہ بدلے ایسی تقدیر کے لئے اَنبیاء و اَولیاء علیٰ نبینا و علیہم السلام پہلے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہی نہیں اگر عرض کرتے بھی ہیں تو اللہ تعالیٰ اُنہیں اُس تقدیر کو نہ ٹلنے کی حِکمَت سے آگاہ کر کے منع فرما دیتا ہے اِس کی تفصیل آئیگی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

ایسی تقدیر (مُبْرَم) کو سامنے رکھ کر وہابی دیوبندی عوام اَہلِ سنّت کو بہکاتے ہیں کہ کہ اَنبیاء اَولیاء علیٰ نبینا علیہم السلام کو کسی قسم کا اختیار نہیں اور نہ ہی وہ کسی قسم کی تقدیر ٹال سکتے ہیں (معاذ اللہ) حالانکہ یہ اُن کا دھوکہ ہے کیونکہ اَنبیاء اَولیاء علیٰ نبینا و علیہم السلام کا اِختیار ایک علیحدہ بَحَث ہے۔ بہر حال تقدیر مُبْرَم نہ ٹلنے والی ہے اِس بارے میں مُتَعَدِّد روایات و اَحادیث مبارکہ وارد ہیں صرف ایک روایت ملاحظہ ہو:

---

(۱۶) (روح المعاني، سورۃ الرعد، تحت آیت ۱۹ الی ۲۳، ۷/۱۶۱، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة: الأولى، ۱۴۱۵ھ)

(۱۷) (المستدرک علی الصحیحین، کتاب التفسیر، الباب تفسیر سورۃ الرعد، ۲/ ۳۸۰، الحدیث ۳۳۳۳، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة: الأولى، ۱۴۱۱، ۱۹۹۰)

(۱۸) (روح المعاني، سورۃ الرعد، تحت آیت ۱۹ الی ۲۳، ۷/۱۶۲، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة: الأولى، ۱۴۱۵ھ)

(۱)عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ الصَّادِقُ المَصْدُوقُ، قَالَ: "إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، ثُمَّ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَبْعَثُ اللَّهُ مَلَكًا فَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعٍ: بِرِزْقِهِ وَأَجَلِهِ، وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ، فَوَاللَّهِ إِنَّ أَحَدَكُمْ أَوْ: الرَّجُلَ يَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ، حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا غَيْرُ بَاعٍ أَوْ ذِرَاعٍ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الجَنَّةِ، فَيَدْخُلُهَا. وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الجَنَّةِ، حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا غَيْرُ ذِرَاعٍ أَوْ ذِرَاعَيْنِ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الكِتَابُ، فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا۔ "[۱۹] (صحیح البخاری)

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہم سے ارشاد فرمایا: اور آپ بہت سچے ہیں باخدا تم میں سے کوئی شخص دوزخیوں کے سے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اُس کے اور دوزخ کے درمیان صرف ایک گز کا فاصِلہ رہ جاتا ہے۔ پھر اُس پر تقدیر غالب آتی ہے اور وہ جنّتیوں کے عمل کرتا ہے اور جنّت میں داخل ہو جاتا ہے اور کوئی شخص جنّتیوں کے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنّت کے درمیان صرف ایک گز کا فاصِلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر تقدیر غالب آتی ہے اور وہ دوزخیوں کے عمل کرتا ہے اور دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ تقدیرِ مُعَلَّق ٹل جاتی ہے۔ اپنے اَعمالِ صالحہ سے یا کسی محبوبِ خدا کی دعا سے اور تقدیرِ مُبْرَم کبھی نہیں ٹلتی۔ ہاں تقدیر مُبْرَم ٹل جانے والاعقیدہ کہ اَنبیاء و اولیاء علیٰ نبینا و علیہم السلام کی دعاؤں سے ٹل جاتی ہے وہ بھی دراصل تقدیر مُعَلَّق ہوتی ہے لیکن وہ صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا ہے کہ اگر فلاں محبوب بندے نے دعا مانگی تو تقدیر ٹال دوں گا اُس کا علم نہ ملائکہ کرام کو ہوتا ہے اور نہ لَوحِ محفوظ پر اُس کے ٹلنے کا کچھ لکھا ہوتا ہے اُس میں وہابیوں نجدیوں اور دیوبندیوں اور اُن کے ہمنواؤں کو اِختلاف بلکہ انکار ہے تفصیل آتی ہے۔

یہاں مُتفق علیہ، تقدیر مُبْرَم اور تقدیر مُعَلَّق کا خلاصہ مُحَدِّثین کرام کی زبانی ملاحظہ ہو:

امام نَوَوی فرماتے ھیں: بعض اَحادیث میں جو نیک اَعمال کی وجہ سے رزق اور عمر میں زیادتی کا ذکر ہے یہ فرشتوں اور لَوحِ محفوظ کے اِعتبار سے ہے مثلاً فرشتوں کے لئے یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ فلاں شخص کی عمر ساٹھ (۶۰) سال ہے البتہ اگر اُس نے صِلہ رحمی کی تو اُس کی عمر چالیس سال زیادہ کر دی جائے گی اور اللہ سبحانہ کو علم ہوتا ہے کہ واقع (حقیقت) میں اُس کی عمر کتنی ہو گی اور قرآن مجید کی آیت **یَمحو اللّٰهُ مَا یَشَآءُ و یثبت** سے یہی مراد ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علمِ اَزَلی اور تقدیر مُبْرَم کے اِعتبار سے اس کی زیادتی مُحال ہے اور مخلوق پر جو لَوحِ محفوظ سے ظاہر کیا جاتا ہے اُس کے اِعتبار سے زیادتی ہے اور یہی حدیث میں مراد ہے۔[۲۰] (نووی شرح مسلم، ص۳۱۵ ج۲)

امام حافظ اِبنِ حجر عسقلانی لکھتے ھیں: جو چیز اللہ تعالیٰ کے علمِ سابِق میں ہے اُس میں کوئی تَغَیُّر اور تَبَدُّل (تبدیلی) نہیں ہوتا اور جو چیز مخلوق کے علم میں ہے اُس کے اِعتبار سے تَغَیُّر اور تَبَدُّل (تبدیلی) جائز ہے اِس علم کا تعلّق کراماً کاتبین اور دیگر فرشتوں سے ہوتا ہے جو انسانوں کے ساتھ

(۱۹)(صحیح البخاری، کتاب القدر، الباب فی القدر، ج ۸ ص ۱۲۱ الی ۱۲۲، الحدیث ۶۵۹۴، دار طوق النجاۃ، الطبعۃ: الأولى، ۱۴۲۲ھ)

(۲۰)(المنهاج شرح صحيح مسلم، كتاب الْقَدَرِ، باب بيان أن الآجال والأرزاق وغيرها، ۱۶/ ۲۱۳، الحديث ۳۳۳۳، دار إحياء التراث العربي بيروت، الطبعة: الثانية، ۱۳۹۲ھ)

مُوکّل(وکیل)ہوتے ہیں اور اِسی علم میں محو اور اِثبات واقع ہوتا ہے مثلاً علم کا زیادہ اور کم ہونا اور جو چیز اللہ عزوجل کے علم میں ہے اُس میں کوئی محو اور اِثبات نہیں ہے اور حقیقی علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔[۲۱] (فتح الباری، ص ۴۸۸، ج ۱۱)

فائدہ: عمر میں زیادتی کا معنیٰ معروف (مشہور معنی) تو سب کو معلوم ہے کہ مثلاً کسی کی عمر چالیس (۴۰) سال تھی والدین کو راضی اور خوش رکھنے پر پچاس (۵۰) ہوگئی یا اُس کے لئے کسی کی دعا ہوئی وغیرہ وغیرہ لیکن اُس کے اور معانی بھی مُحدِّثین کرام نے بیان فرمائے ہیں، وہ یہ کہ عمر میں زیادتی سے مراد عمر میں برکت، نیک کاموں کی توفیق دینا اور کم عمر میں اپنی اُن مُہمّات (اہم ترین کام) اور مَقاصِد کو اَنجام تک پہنچانا ہے جن کو دوسرے زیادہ عمر میں بہ مشکل پہنچا سکتے ہیں اور قاضی عیاض نے یہ کہا اِس سے مراد یہ ہے کہ انسان کی موت کے بعد اُس کا ذکرِ خیر لوگوں کی زبانوں پر جاری رہے گا گویا کہ وہ مرا نہیں زندہ ہے اور حکیم ترمذی نے کہا اِس سے مراد برزخ میں کم عرصہ کا قیام ہے۔

سوال: جب انسان کی حَتمی (یقینی) عمر میں کوئی کمی بَیشی نہیں ہوتی تو لَوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی عمر میں کمی اور بَیشی کا کیا فائدہ ہے؟

اِس کا جواب یہ ہے کہ معاملات ظَواہِر (ظاہر) پر مبنی ہیں اور معلومِ باطن (اللہ تعالیٰ کا ازلی علم) مَخفی (چھپا ہوا) ہے اِس پر کوئی حکم مُعَلَّق نہیں ہے پس یہ جائز ہے کہ لَوحِ محفوظ کے لکھے گئے میں زیادتی اور کمی اور مَحو اور اِثبات ہو تاکہ یہ کمی بیشی شارِع علیہاالسلام کی ترجُمانی سے انسانوں تک پہنچے اور اِس سے ماں باپ کے ساتھ نیکی کی فضیلت اور سَعادَت (نیک بختی) سَعادَت (نیک بختی) اور ماں باپ کی نافرمانی کی مذمّت اور نُحوسَت کا علم ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ اِس زیادتی اور کمی کا ملائکہ علیہم السلام کے ساتھ تعلق ہو اور اُنہیں انسان کی عمر کو برقرار رکھنے اور اُس میں تبدیلی کرنے کا حکم دیا جائے اور حَتمی (یقینی) اور قطعی حکم پر ملائکہ علیہم السلام کو اطلاع نہ ہو۔

یہی ہمارا مَوقف ہے کہ تقدیر مُبرَم جو اَنبیاء اولیاء ٹالتے ہیں وہ یہی ہے کہ اصل معاملہ کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے ملائکہ آگاہ ہوتے ہیں نہ لوحِ محفوظ پر کچھ لکھا ہوتا ہے، اِسی لئے اُس کا نام شرع شریف میں شبیہ بال مُبرَم یا مُبرَم شبیہ بال مُعلَّق جسکی تفصیل آگے آئیگی اور حوالہ جات بھی۔(انشاء اللہ)

خلاصه البَحث: اللہ تعالیٰ کی تقدیر حق ہے اُس میں تَغَیُّر وَتَبَدُّل (تبدیلی) کسی کے بس میں نہیں۔ہاں وہ خود جو چاہے کرے

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ۔ (پارہ ۳۰، سورۃ البروج، اٰیت ۱۶)

ترجمہ: ہمیشہ جو چاہے کر لینے والا۔

اور لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ۔ (پارہ ۱۷، سورۃ الاَنبیاء، اٰیت ۲۳)

ترجمہ: اِس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے۔

اور اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ۔ (پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، اٰیت ۲۰)

---

(۲۱) (فتح الباري، كتاب القَدَرِ، ۱۱/ ۴۸۸، دار المعرفة بيروت، ۱۳۷۹ھ)

ترجمہ: بیشک اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اِس آیت میں بیان کی گئی شان کا مالک ہے اور اپنی تقدیر خود تبدیل کر تا ہے جس کی خبر اُس نے خود ہی قرآن مجید میں ارشاد فرمائی ہے:

يَمحوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ۔ (پارہ۱۳، سورۃالرعد، اٰیت۳۹)

ترجمہ: اللہ جو چاہے مٹاتا اور ثابت کر تا ہے۔

اوراِس کے مَحو اوراِثبات بھی بتائے ہیں۔مِنْجُملہ(In short)اُنکے دعا بھی ہے۔

حدیث شریف میں ہے: لَا يَرُدُّ ال قَضاءِإِلَّا الدُّعَاءُ ،[۲۲](سنن الترمذی)

یعنی قضاوقَدَر دعاہی سے بدل سکتی ہے۔

اور دعا کے قبول وعدمِ قبول کا معیار بھی بتادیا ہے۔مثلاًعام بندے دعا کریں تو کبھی قبول کرلیتا ہے تو کبھی نہیں بھی کر تا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کوئی بندہ جب دعا کے لئے ہاتھ اُٹھاتا ہے تو حکم ہو تا ہے یہ دعا اُس بندے کے منہ پہ مارو کیونکہ

مَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ؟"[۲۳] (صحیح مسلم)

اِس کا خلاصہ کسی نے شعر میں کہاہے:

جب بندہ کہتا ہے یارب میرا حال دیکھ وہ کہتا ہے تو پہلے اپنا نامہ اعمال دیکھ

اِن محبوبانِ خدا،اَنبیاءواولیاءسے حَتمی(یقینی)وعدہ ہے کہ اُن کی دعا ضرور قبول فرمائیگا چنانچہ حدیثِ قُدسی میں ہے:

وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ،[۲۴] (صحیح البخاری)

اِسی حکم پر ہمارا عقیدہ ہے ؎ نگاہِ مردِ مؤمن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اور

نگاہِ ولی میں وہ تاثیر دیکھی بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

---

(۲۲)(سنن الترمذی، کتاب القدر ، الباب ما جاء لا يرد القدر الا الدعاء ، ۴/448.الحديث 2139 ، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر، الطبعة: الثانية، ۱۳۹۵ھ ۱۹۷۵م)

(۲۳)(صحيح مسلم، كتاب الزكاة، الباب قبول الصدقة من الكسب الطيب وتربيتها، 703/2، الحديث ۱۰۱۵، دار إحياء الكتب العربية)

(۲۴)(صحيح البخاری، كتاب الرقاق، الباب التواضع، 105/8، الحديث ۶۵۰۲، دار طوق النجاة، الطبعة: الأولى، ۱۴۲۲ھ)

دیگر اَسباب: دعا کے علاوہ اور بھی بہت اَسباب ہیں چند اَسباب ملاحظہ ہوں:

(۱) علامہ عبد العزیز پُرہاڑوی اِس بَحَث میں لکھتے ہیں بعض اَحادیث میں مذکور ہے کہ عبادت سے عمر زیادہ ہو جاتی ہے اور دعا تقدیر کو بدل دیتی ہے اِس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح مُسَبَّب مُقَدَّر ہے اِسی طرح سَبَب بھی مُقَدَّر ہے اور یہ جواب مِشْکٰوۃِ نُبُوَّت سے ہے جب رسول اللہ ﷺ سے یہ عرض کیا گیا کہ کیا دم اور دَوا تقدیر کو بدل دیتی ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: دم اور دعا کو بھی اللہ تعالیٰ نے مُقَدَّر کیا ہے۔

(۲) عینی شرح بخاری (ص ۱۸۲ جلد ۱) میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اِبنِ آدم اپنے رب سے ڈر اور اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کر اور اپنے رشتہ داروں سے صِلہ رحمی کر اِس سے تیری عمر میں اِضافہ ہو گا تیری آسانیاں (مزید) آسان ہوں گی، تیری مُشکلات دور ہوں گی اور تیرا رزق آسان ہو گا اور اُنہوں نے حضرت اِبنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صِلہ رحمی عمر کو زیادہ کرتی ہے اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عمر میں زیادتی صرف ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے سے ہوتی ہے اور رزق میں زیادتی صرف صِلہ رحمی سے ہوتی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے نبی ﷺ سے اِس آیت کے متعلق پوچھا:

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ (پارہ ۱۳، سورۃ الرعد، آیت ۳۹)

ترجمہ: اللہ جو چاہے مٹاتا اور ثابت کرتا ہے اور اصل لکھا ہوا اُسی کے پاس ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: صحیح طریقہ سے صدقہ دینا، ماں باپ سے حُسنِ سُلوک کرنا، نیک کام کرنا، اور صِلہ رحمی کرنا، بری تقدیر کو اچھی تقدیر سے بدل دیتا ہے، عمر زیادہ کرتا ہے اور ناگہانی آفات سے محفوظ رکھتا ہے۔

بعض روایات میں یہ اِضافہ بھی ہے کہ جس شخص نے اِن میں سے ایک نیکی بھی کر لی اللہ تعالیٰ اُس کو تینوں درجے عطا کرتا ہے اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ایک انسان صِلہ رحمی کرتا رہتا ہے اور اُس کی (مُقرّر کردہ) عمر میں سے صرف تین دن باقی ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُس کی عمر میں تیس (۳۰) سال زیادہ کر دیتا ہے اور ایک آدمی قطعِ رحمی (رشتہ داروں سے تعلق منقطع) کرتا رہتا ہے اور ابھی اس کی (مُقرّر کردہ) عمر میں تیس (۳۰) سال باقی ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُس کی عمر کم کر دیتا ہے حتیٰ کہ اُس کی عمر میں صرف تین دن باقی رہ جاتے ہیں پھر کہا یہ حدیث حَسَن غریب ہے اور اُنہوں نے داوٗد بن عیسیٰ سے روایت کیا کہ تورات میں لکھا ہے کہ صِلہ رحمی، حُسنِ اَخلاق اور رشتہ داروں سے نیکی کرنا، گھروں کو آباد رکھتا ہے، مال میں اِضافہ کرتا ہے اور عمر زیادہ کرتا ہے، خواہ لوگ کافر ہوں۔ (یہ تمام اَحادیث الترغیب والترہیب میں سے لی گئی ہیں۔)

سوال: رزق اور عمر تقدیر میں مُقَدَّر اور مُنْفَرِد ہو چکا ہے پھر اُس میں یہ کمی اور زیادتی کس طرح مُتَصَوَّر ہو گی۔

جوابات: عُلَماءِ کرام نے اِس کے مندرجہ ذیل جواب دیئے ہیں:

(۱) رزق میں زیادتی سے مراد رزق کی وُسعَت اور عمر میں زیادتی سے مراد صِحَّتِ بدن ہے کیونکہ غِنٰی کو حیات اور فَقر (محتاج) کو موت کہا جاتا ہے۔

(۲) انسان کی زندگی سو سال لکھی گئی اور اُس کی نیکی کی زندگی کے اَسّی (۸۰) سال لکھے گئے اور جب اُس نے صِلہ رحمی کی تو اللہ تعالیٰ نے اُس کی نیکی میں بیس سال بڑھا دیئے۔ یہ دونوں جواب علامہ ابنِ قُتَیبہ نے دیئے ہیں۔

(۳) عمر میں یہ زیادتی بھی اَزَل میں مُقرَّر تھی لیکن اِس اِضافہ کو بطورِ اِنعام کے صِلہ رحمی پر موقوف کیا گیا تھا گویا یوں لکھا گیا تھا کہ فلاں شخص پچاس (۵۰) سال زندہ رہے گا اور اگر اُس نے صِلہ رحمی کی تو ساٹھ (۶۰) سال زندہ رہے گا۔

(۴) یہ زیادتی لَوحِ محفوظ میں لکھی گئی ہے (یعنی لَوح میں پچاس سال مٹا کر ساٹھ سال لکھ دیا گیا) اور اللہ تعالیٰ کا علم، لَوحِ محفوظ کے مُغایِر (برعکس) ہے۔ سو اللہ تعالیٰ کو جو انسان کی عمر کی انتہا معلوم ہے اُس میں کوئی تَغَیُّر نہیں ہے اور لَوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی عمر کو کبھی مٹا کر بڑھا دیا جاتا ہے اور کبھی اُسے برقرار رکھا جاتا ہے اور اِسکا انجام کار (نتیجہ) اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور وہ حَتمی (یقینی) و قطعی ہے۔ اِس میں کوئی کمی بیشی نہیں اور نہ ہی تَغَیُّر و تَبَدُّل (تبدیلی) ہے۔

تقدیرِ مُبْرَم: یہ وہی دوسری قسم ہے جس میں اِختلاف ہے۔ اَہلِ سنّت کا عقیدہ ہے کہ تقدیرِ مُبْرَم اَنبیاء و اَولیاء کی دعاؤں اِرادوں سے ٹل جاتی ہے دیوبندی، وہابی و دیگر اُنکے ہَمنَوا فرقے کہتے ہیں کہ تقدیرِ مُبْرَم حَتمی (یقینی) ہے نہیں ٹلتی۔ دونوں طرفوں سے قرآن و اَحادیث کے اَنبار لگا دیئے جاتے ہیں لیکن پھر بھی جھگڑا ختم نہیں ہوتا۔ مَسلکِ حق اَہلِ سنّت کے عُلَماء و مشائخ نے ایک راہ نکالی ہے جس سے ضِد، تَعَصُّب کی عینک اُتار لی جائے تو بات حق ہے اور اِس راہ پر دَلائلِ قَوِیّہ بھی موجود ہیں وہ یہ کہ تقدیرِ مُبْرَم دو قسم ہے:

(۱) مُبْرَمِ حقیقی (۲) مبرمِ مجازی یعنی مُبْرَم شَبیہ بالمُعَلَّق یا مُعَلَّق شَبیہ بالمُبْرَم۔

اِس کی تفصیل فقیر عرض کرے گا یہاں یہ ثابت کروں گا کہ وہ مُبْرَم مجازی کونسی تقدیر ہے۔

مُبْرَم مجازی کی تعریف: مُعَلَّق تقدیر تو مُفَصَّل طریق سے عرض کر دی گئی ہے کہ وہ لَوحِ محفوظ میں مکتوب ہوتا ہے اُسے ملائکہ کرام بھی جانتے ہیں کہ ایسے ہوگا اگر اُسکا سبب سامنے آیا تو ویسے ہوگا لیکن ایک قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے ارادہ میں ہوتا ہے لیکن اُس کو عام فرشتوں کے علاوہ خواص ملائکہ بھی نہیں جانتے وہ چونکہ لَوحِ محفوظ میں بھی مکتوب نہیں ملائکۂ خواص بھی اِس لئے بے خبر ہیں اِسی لئے وہ ایک طرح مُبْرَم حَتمی (یقینی) ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ارادہ میں ہے کہ میں اِس تقدیر کو اپنے فلاں محبوب کے لئے بدل دونگا چونکہ وہ تقدیرِ مُبْرَم بدل جاتی ہے اِسی لئے اُس کا نام شبیہ بالمُبْرَم ہے۔ فقیر اپنے دعویٰ مذکور پر صرف دو مضبوط روایات پیش کرتا ہے۔

حضرت آدم و داؤد علیٰ نبینا علیہما السلام: حدیث شریف میں ہے:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: "لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ آدَمَ مَسَحَ ظَهْرَهُ فَسَقَطَ عَنْ ظَهْرِهِ كُلُّ نَسَمَةٍ هُوَ خَالِقُهَا مِنْ ذُرِّيَّتِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَجَعَلَ بَيْنَ عَيْنَيْ كُلِّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ وَبِيصًا مِنْ نُورٍ، ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى آدَمَ فَقَالَ: أَيْ رَبِّ مَنْ هَؤُلَاءِ؟ قَالَ: ذُرِّيَّتُكَ، فَرَأَى رَجُلًا مِنْهُمْ فَأَعْجَبَهُ وَبِيصُ مَا بين عَيْنَيْهِ، قَالَ: أَيْ رَبِّ مَنْ هَذَا؟ قَالَ: دَاوُدُ، فَقَالَ: أَيْ رَبِّ كَمْ جَعَلْتَ عُمْرَهُ؟ قَالَ: سِتِّينَ سَنَةً، قَالَ: رَبِّ زِدْهُ مِنْ عُمْرِي أَرْبَعِينَ سَنَةً"، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: "فَلَمَّا انْقَضَى

عُمُرُ آدَمَ إِلَّا أَرْبَعِينَ جَاءَهُ مَلَكُ الْمَوْتِ. فَقَالَ آدَمُ: أَوَلَمْ يَبْقَ مِنْ عُمُرِي أَرْبَعُونَ سَنَةً؟ قَالَ: أَوَلَمْ تُعْطِهَا اِبنَكَ دَاوُدَ؟ قَالَ: فَجَحَدَ آدَمُ، فَجَحَدَتْ ذُرِّيَّتُهُ، وَنَسِيَ آدَمُ فَأَكَلَ مِنَ الشَّجَرَةِ فَنَسِيَتْ ذُرِّيَّتُهُ، وَخَطَأَ آدَمُ وَخَطَأَتْ ذُرِّيَّتُهُ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.[۲۵]

(اللمعات، ص۱۸۴ج۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اُن کی پیٹھ پر ہاتھ (دستِ قُدرت) پھیرا تو اُن کی پُشت سے تا قیامت اُنکی اولاد کی روحیں نکلیں جنہیں اللہ تعالیٰ پیدا فرمانے والا ہے اور اُن میں سے ہر انسان کی دو آنکھوں کے بیچ نور کی چمک دی، پھر اُنہیں آدم علیہ السلام پر پیش فرمایا وہ بولے اے رب یہ کون ہیں فرمایا: تمہاری اولاد۔ اُن میں ایک شخص کو دیکھا تو اُن کی آنکھوں کے درمیان کی چمک پسند آئی، بولے: اے رب یہ کون ہے۔ فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام۔ بولے: اے رب اِن کی عمر کتنی مُقرّر فرمائی ہے؟ فرمایا: ساٹھ (۶۰) سال۔ عرض کیا: مولا میری عمر میں سے چالیس (۴۰) سال اُنہیں بڑھا دے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام کی عمر ماسوائے چالیس (۴۰) سال کے پوری ہوئی تو اُنکی خدمت میں فِرشتۂ موت حاضر ہوا، آدم علیہ السلام بولے: کیا ابھی میری عمر کے چالیس (۴۰) سال باقی نہیں۔ فرمایا: کیا وہ تم اپنے فرزند داؤد علیہ السلام کو نہ دے چکے۔ حضرت آدم علیہ السلام انکاری ہوئے اِس لئے اُنکی اولاد انکار کرنے لگی، حضرت آدم علیہ السلام بُھول کر درخت سے کھا گئے لہٰذا اُن کی اولاد بھولنے لگی، حضرت آدم علیہ السلام نے خطا کی تو اُن کی اولاد خطائیں کرنے لگی۔

طریقہ اِسۡتِدۡلال: یہ تقدیر ایسی ہے جسکا علم حضرت عزرائیل علیہ السلام کو نہیں اور اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ آدم علیہ السلام کی عمر ایک ہزار (۱۰۰۰) سال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عزرائیل علیہ السلام اپنے علم اور لَوحِ محفوظ کے لکھے مُطابِق وقت پر پہونچے لیکن آدم علیہ السلام نے بقایا چالیس (۴۰) سال پر اِصرار فرمایا، **باوُجود** یہ کہ آپ نے اپنی بقایا عمر کی دعا نہیں مانگی لیکن اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کا دل میلا نہیں کرتا از خود ہی اُنہیں چالیس (۴۰) سال عطا کر دیئے اور داؤد علیہ السلام کو بھی آدم علیہ السلام کے چالیس سال عطا کر دہ بھی عطا کر دیئے چنانچہ اللمعات شرح المشکوٰۃ میں ہے:

ثم كمل الله لآدم ألف سنة، ولداود مئة سنة۔[۲۶]

یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی عمر ہزار (۱۰۰۰) سال اور داؤد علیہ السلام کی سو (۱۰۰) سال پوری فرمائی۔

فوائد الحدیث: (۱) اِس عالَمِ دنیا میں انسانی تَخلیق سے پہلے ہم موجود تھے جس کے لئے اولیاء اللہ دعویٰ کیا کرتے ہیں کہ

خدا خود میر مَجْلِس بود محمد شمع محفل بود
اندر لا مکاں خسرو جائیکه من بو دم

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

---

(۲۵)(لمعات التنقيح. كتاب الإيمان. باب الإيمان بالقدر. الْفَصْلُ الثَّالِثُ: ۱/ ۴۰۸. الحديث ۱۱۸. دار النوادر. دمشق. الطبعة: الأولى. ۱۴۳۵هـ ۲۰۱۴م)

(۲۶)(لمعات التنقيح. كتاب الإيمان. باب الإيمان بالقدر. الْفَصْلُ الثَّالِثُ: ۱/ ۴۱۰. تحت الحديث ۱۱۸. دار النوادر. دمشق. الطبعة: الأولى. ۱۴۳۵هـ ۲۰۱۴م)

کُن فیکون تے کل دی گل وے اساں پہلے پر یت لگائی

(۲) محبوبانِ خدا اپنی عمر اور دوسروں کی عمریں بعطائے الٰہی پہلے جانتے ہیں جیسے آدم علیہ السلام کی عمر کا علم تھا۔

(۳) شاہ عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت آدم کو داوٗد علیہ السلام کی چمک پسند آنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُن کی چمک ہمارے حضور ﷺ کی چمک سے زیادہ یا افضل ہو حُسنِ واقعی (حقیقی) اور چیز ہے پسند آنا کچھ اور (چیز ہے)۔ لیلیٰ سے بڑھ کر حسینہ اور عورتیں موجود تھیں مگر عاشق کی آنکھ میں وہی مرغوب (پسندیدہ) تھی۔ (اشعتہ اللمعات فارسی و لمعات عربی)

آدم علیہ السلام کی عمر ایک ہزار (۱۰۰۰) سال تھی آپ علیہ السلام نے عرض کیا کہ میری عمر نو سو ساٹھ (۹۶۰) سال کر دے اور داوٗد علیہ السلام کی عمر پورے سو (۱۰۰) سال، یہ دعا رب عزوجل نے قبول فرمالی۔ معلوم ہوا کہ نبی کی دعا سے عمریں گھٹ، بڑھ (کم، زیادہ ہو) جاتی ہیں اُن کی شان تو بہت اَرفع ہے شیطان کی دعا سے اُس کی عمر بڑھ گئی۔

تَبْصِرہ اُویسی غُفِرَلَہ: ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے کہ عمر وغیرہ گھٹانا بڑھانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اللہ والے دعا کرتے ہیں تو وہ کریم اُنکی دعا رد نہیں فرماتا اپنی تقدیر بدل دیتا ہے۔

لطیفہ: چونکہ وہابیوں، دیوبندیوں کو اللہ والوں (اَنبیاء و اولیاء) سے قلبی (دِلی) بغض ہے اگرچہ نہیں مانتے لیکن اُنکے طریقہ کار سے معلوم ہو جاتا ہے مثلاً اِسی مسئلہ میں اُنکا اِنکار ظاہر ہے لیکن اَفسوس ہے کہ ابلیس کے لئے مانتے ہیں کیوں نہ مانیں جبکہ اُسکا قِصّہ قرآن مجید میں ہے۔

ابلیس نے ہی عرض کیا تھا: فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ۔ (پارہ۱۴، سورۃالحجر، اٰیت۳۶)

ترجمہ: مجھے مہلت دے اُس دن تک کہ وہ اُٹھائے جائیں۔

رب تعالیٰ نے اُسکی دعا قبول کرتے ہوئے فرمایا: قَالَ فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ۝ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ۔ (پارہ۱۴، سورۃالحجر، اٰیت۳۷، ۳۸)

ترجمہ: فرمایا: تو اُن میں ہے جن کو اُس معلوم وقت کے دن تک مہلت ہے۔

فَاِنَّکَ کی ف سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زیادتی عمر اُس کی دعا سے ہوئی اب ناظرین ہی بتائیں کہ یہ لوگ اَنبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے لئے ماننے کو شرک اور ابلیس کے لئے ماننے کو توحید اِس کی وجہ شاید کسی کو سمجھ نہ آئے تو عرض کروں۔

کند ہمجنس باہمجنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز باباز

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کا رسالہ "ابلیس تا دیوبند" (ملاحظہ فرمائیں)۔

آیت کریمہ:

إِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُونَ۔ (پارہ۱۱، سورۃ یونس، آیت۴۹)

ترجمہ: جب اُن (کی موت) کا وعدہ آئے گا تو ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹیں نہ آگے بڑھیں۔

وہ اِس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ آیت میں تقدیرِ مُبرَم یعنی علمِ الٰہی کا ذکر ہے اور یہاں تقدیرِ مُعلَّق کی تحریر کا ذکر یا آیت کا مطلب یہ ہے کوئی شخص اپنے اِختیار سے اپنی عمر کم و بیش نہیں کر سکتا اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بندوں کی دعا سے عمریں رب تعالیٰ گھٹا بڑھا دیتا ہے۔ آخر عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ فرماتے تھے اُنہیں آپ کی دعا سے نئی عمریں مل جاتی تھیں ثابت ہوا کہ دعا سے تقدیر پلَٹ جاتی ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کا تھپڑ اور مَلَکُ الموت: صحیح حدیث میں ہے کہ

وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "جَاءَ مَلَكُ الْمَوْتِ إِلَى مُوسَى ابْنِ عِمْرَانَ فَقَالَ لَهُ: أَجِبْ رَبَّكَ". قَالَ: «فَلَطَمَ مُوسَى عَيْنَ مَلَكِ الْمَوْتِ فَفَقَأَهَا» قَالَ: "فَرَجَعَ الْمَلَكُ إِلَى اللَّهِ فَقَالَ: إِنَّكَ أَرْسَلْتَنِي إِلَى عَبْدٍ لَكَ لَا يُرِيدُ الْمَوْتَ وَقَدْ فَقَأَ عَيْنِي" قَالَ: "فَرَدَّ اللَّهُ إِلَيْهِ عَيْنَهُ وَقَالَ: ارْجِعْ إِلَى عَبْدِي فَقُلْ: الْحَيَاةَ تُرِيدُ؟ فَإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْحَيَاةَ فَضَعْ يَدَكَ عَلَى مَتْنِ ثَوْرٍ فَمَا تَوَارَتْ يَدُكَ مِنْ شَعْرِهِ فَإِنَّكَ تَعِيشُ بِهَا سَنَةً قَالَ: ثُمَّ مَهْ؟ قَالَ: ثُمَّ تَمُوتُ. قَالَ: فَالْآنَ مِنْ قَرِيبٍ رَبِّ أَدْنِنِي مِنَ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ". قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَاللَّهِ لَوْ أَنِّي عِنْدَهُ لَأَرَيْتُكُمْ قَبْرَهُ إِلَى جَنْبِ الطَّرِيقِ عِنْدَ الْكَثِيبِ الْأَحْمَرِ». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ [۲۷] (باب المناقب، مشکوۃ)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت مَلَکُ الموت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے پاس آئے اُن سے کہا کہ اپنے رب کا بُلاوا قبول کیجئے۔ فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے مَلَکُ الموت کی آنکھ پر طَمانچہ (تھپڑ) مار دیا، اُسے نابینا کر دیا۔ فرماتے ہیں کہ پھر وہ فرشتہ رب تعالیٰ کی طرف واپس ہوا۔ عرض کیا کہ تو نے مجھے اپنے ایسے بندے کے پاس بھیجا جو مرنا نہیں چاہتا اور اُس نے میری آنکھ بیکار کر دی۔ فرماتے ہیں اللہ نے اُن کی آنکھ اُنہیں لوٹا دی اور فرمایا: میرے بندے کی طرف لوٹو، اُن سے کہو کہ آپ زندگی چاہتے ہیں اگر زندگی چاہتے ہوں تو اپنا ہاتھ بیل کی کھال پر رکھئے آپ کا ہاتھ جتنے بالوں کو ڈھکے گا آپ ہر بال کے عِوض (بدلے) ایک سال جیئں گے۔ عرض کیا: پھر کیا فرمایا: پھر آپ وفات پائیں گے۔ عرض کیا تو ابھی قریب ہی ہیں۔

اے میرے رب مجھے مقدّس زمین سے ایک پتھر کی پھینک کے قریب کرا دیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم اگر میں پاس ہوتا تو تم کو قبر شریف راستہ کے کنارے سرخ ٹیلہ کے ساتھ دِکھاتا۔ [۲۸] (بخاری و مسلم و مشکوۃ)

---

(۲۷) (مشكاة المصابيح، بَاب خلق الْجنَّة وَالنَّار، بَاب بدء الخلق وَذِكْرِ الْأَنْبِيَاء، ۳/ ۱۵۹۲، الفصل الأول، تحت الحديث ۵۷۱۳، المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة: الثالثة، ۱۹۸۵م)

(۲۸) (مشكاة المصابيح، بَاب خلق الْجنَّة وَالنَّار، بَاب بدء الخلق وَذِكْرِ الْأَنْبِيَاء، ۳/ ۱۵۹۲، الفصل الأول، تحت الحديث ۵۷۱۳، المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة: الثالثة، ۱۹۸۵م)

طریقۂ اِستِدلال: تقدیرِ مُعلَّق کے قاعدہ پر عزرائیل علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کی روح قبض کرنے کے لئے آئے اُنہیں رازِ الٰہی کا علم نہ تھا رازِ الٰہی موسیٰ علیہ السلام نے طمانچہ مار کر ظاہر کر دیا یہی تقدیرِ مُبرَم ٹالنا ہے لیکن ہم اَہلِ سنّت اِس کا نام شبیہ مُعلَّق بالمُبرَم یا شبیہ بالمُعلَّق رکھتے ہیں جسکا وہابیوں ،دیوبندیوں کے فرقہ کو انکار ہے۔ اُسے فقیر نے قرآن اور اَحادیث مبارکہ سے ثابت کر دیا ہے صرف اِسی کو موضوعِ بحث بناؤں تو ایک مُستقِل تصنیف چاہئے ماننے والوں کے لئے کافی ہے نہ ماننے والوں کو دَفاترِ و ضَخیم تصانیف (جلدوں پر مشتمل کُتُب) بھی ناکافی ہیں۔

فَوائِد: اِس حدیث شریف سے چند فَوائِد ملاحظہ ہوں:

(۱) اللہ تعالیٰ کو اَنبیاء علیہم السلام کا ادب محبوب ہے یہی وجہ ہے کہ عزرائیل علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو گویا یوں فرمایا: اے مَلَکُ الموت تم اُن سے اِس طرح عرض کرو، اُنہیں اِختیار دو، آنے کے لئے صیغہ امر عرض نہ کرو اگر وہ بہت دراز مدّت بھی دنیا میں رہنا چاہیں تو منظور ہے۔

(۲) موسیٰ علیہ السلام نے طَمانچہ مارا کہ وہ حضرات رب تعالیٰ کی طرف سے مُختار ہوتے ہیں زندگی وموت اُن کی اِختیاری ہوتی ہے۔[۲۹] مثلاً رب تعالیٰ کے اِس فرمان میں حضرت مَلَکُ الموت کا جواب ہے (کہ اُنہوں نے عرض کیا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام مرنا نہیں چاہتے) مَلَکُ الموت جا کر دیکھ لو کہ تم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے موت سے بچنے کے لئے مارا ہے یا کسی اور وجہ سے۔ موت سے بچنے کے لئے ہوتا تو پھر آخر میں موت کیلئے سرِ تسلیم خم کیوں؟

(۳) معلوم ہوا کہ مقبولوں کی دعا بلکہ اُن کی خواہش سے عمریں بڑھ جاتی ہیں، آئی قضاٹَل جاتی ہے، آفتیں دور ہو جاتی ہیں آدم علیہ السلام کی عمر شریف پوری ہو چکی لیکن اگر آپ زندگی چاہتے تو ہزار (۱۰۰۰) سال عطا ہو جاتی بلکہ مَلَکُ الموت کے اِس آنے جانے، عرض معروض کرنے کی بقَدَرِ قَضاء ٹَلی رہی۔ یہی ہمارا مُوقف ہے کہ وہ تقدیرِ مُبرَم جو ملائکہ کے علم میں نہیں اور لَوحِ محفوظ میں بھی نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ اپنے محبوبوں کی دعا سے ٹال دونگا یہی مَفہوم **یَمحوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہٗٓ اُمُّ الْکِتٰبِ۔** (پارہ۱۳، سورۃالرعد، اٰیت۳۹)

ترجمہ: اللہ جو چاہے مٹاتا اور ثابت کرتا ہے اور اصل لکھا ہوا اُسی کے پاس ہے۔ (مذکورہ آیت) کا ہے۔

فائدہ: حدیث شریف میں بھی اِسی تقدیرِ مُبرَم (شبیہ بالمُعلَّق) کا ثبوت ملتا ہے۔ حضور نبی پاک ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"أکثر من الدعاء، فإن الدعاء یرد القَضاءَ المُبْرَم۔"[۳۰] (کنز العمال)

یعنی دعا زیادہ کیا کرو اِس لئے کہ دعا تقدیرِ مُبرَم کو بھی ٹال دیتی ہے۔

---

(۲۹) (مرقاۃ المفاتیح، کِتَابُ صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالْجَنَّةِ وَالنَّارِ، بَابُ بَدْءِ الْخَلْقِ وَذِكْرِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، ۳۶۴۸/۹، تحت الحدیث ۵۷۱۳، دار الفکر، بیروت، الطبعة: الأولی، ۱۴۲۲ھ ۲۰۰۲م)

(۳۰) (کنز العمال، الباب الثامن: الدعاء، الفصل الأول: فضله والحث علیه، ۲/ ۶۹، الحدیث ۳۱۶۱، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الطبعة الخامسة، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱م)

(۴)حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گویا کہا گیا کہ آپکی وہ وفات بھی ہوگی آپ کے اِختیار سے ہے۔خیال رہے کہ اَنبیاء علیہم السلام کے لئے بھی موت ضرور ہی آتی ہے۔ مگر وقتِ موت میں اُنہیں اِختیار ہوتا ہے اور یہ اِختیار بھی ہمیشہ کہ جب بھی موت آئے اُن کی مرضی سے آئے۔

(۵)موسیٰ علیہ السلام کا کہنا کہ مجھے اِس گھڑی موت منظور ہے تمہیں اُس وقت مارنا موت کے خوف سے نہ تھا بلکہ وہ کہلوانے کے لئے تھا جو تم نے اب کہا۔ خلاصہ یہ ہے کہ بُلاوے تین طرح کے ہوتے ہیں۔ دعوتِ خوشی کے لئے بُلاوا جسے کہتے ہیں نَوید مُسّرت(بشارت)، دوسرے سَمَن عدالت(Court Notice) میں حاضری کابُلاوا، تیسرے وارنٹ گرفتاری(Arrest Warrant)۔کافر کی موت وارنٹ(Warrant)ہے۔عام مومنوں کی موت سَمَن(Notice)ہے۔حضرات اَنبیاء علیہم السلام کی موت دعوتِ خوشی یعنی نَوید مسّرت ہے۔مَلَکُ الموت نے نَوید مسّرت کو سَمَن(Notice) کے طور سے پیش کیا یعنی نَوید مسّرت کو سَمَن(Notice) بنادیا کہ کہا أجب ربك حاضرِ بارگاہ ہوا اِس لئے مارا تھا۔حضرت مَلَکُ الموت نے حضور ﷺ سے جان شریف قبض کرنے کی اِجازت چاہی حضور انور ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے مشورہ کیا۔

غرض جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ رب تعالیٰ آپ ﷺ کا مُشتاق ہے چلئے تب اِجازت دی تواُنہوں نے قبضِ روح کی ہے۔کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُنہیں سکھادیا تھا۔اشعة اللمعات میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جلالی نبی ہیں۔جب آپ علیہ السلام کو غصّہ آتا تو سر پر اَوڑھی ہوئی ٹوپی جل جاتی تھی۔[۳۱] (اشعہ و مرقات)

وہ غَضَب کی آگ جلالی(جلائی جو)دکھائی نہیں جاسکتی تھی۔نور، نار(آگ) سے نہیں جَلتا ہے۔

(۶)حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مَلَکُ الموت کو طَمانچہ مارااُن کو نبی کا ادب سکھانے کے لئے(مرقات) کوئی شخص نبی سے یہ نہ کہے کہ نماز پڑھ لیجئے، مسجد میں آیئے تو، اِس میں ایک طرح کا حکم ہے۔ حضراتِ اَنبیاء کرام علیہم السلام حاکم ہوتے ہیں۔ کسی بندے کے مامور(حکم کے پابند) یا محکوم نہیں ہوتے نیز نبی تو ہر وقت ہی رب کے مُطیع ہوتے ہیں۔اُن سے کہنا کہ آپ رب کی اطاعت کریں۔اِس کا شائبہ ہے کہ اُنہیں غیر مطیع مانا(مرقات) نبی کا ادب یہ تھا کہ مَلَکُ الموت عرض کرتے کہ آپ کو یہاں رہنے اور چلنے کا اختیار ہے اگر اِجازت ہو تو میں تَعمیلِ ارشاد کروں وہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے موت وحیات کے مُختار ہوتے ہیں (مرقات)اِس طمانچہ کی اور بہت وجہیں بیان کی گئیں ہیں۔(فقیر کی شرح البخاری ملاحظہ ہو)

(۷)جب فِرشتہ شکلِ انسانی میں آئے تو اُس کو انسانی اَعضاء دیئے جاتے ہیں۔اُن کے لئے مختلف شکلیں ایسی ہیں جیسے ہمارے لئے مختلف لباس، حضرت مَلَکُ الموت کی یہ ہی بَشری آنکھ موسیٰ علیہ السلام کے طمانچہ سے بیکار ہوئی ورنہ مَلَکی آنکھ کسی طمانچہ وغیرہ سے بیکار نہیں ہوسکتی۔[۳۲] اِس سے معلوم ہوا نبی کی طاقت

---

(۳۱)(مرقاة المفاتيح ، كِتَابُ صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالْجَنَّةِ وَالنَّارِ ، بَابُ بَدْءِ الْخَلْقِ وَذِكْرِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، ۹/ ۳۶۴۸،تحت الحديث ۵۷۱۳، دار الفكر، بيروت، الطبعة: الأولى، ۱۴۲۲ھ ۲۰۰۲م)

(۳۲)(مرقاة المفاتيح ، كِتَابُ صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالْجَنَّةِ وَالنَّارِ ، بَابُ بَدْءِ الْخَلْقِ وَذِكْرِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، ۹/ ۳۶۴۸،تحت الحديث ۵۷۱۳، دار الفكر، بيروت، الطبعة: الأولى، ۱۴۲۲ھ ۲۰۰۲م)

فِرشتہ کی طاقت سے زیادہ ہوتی ہے۔رسالہ "نبی وولی کی قوت پڑھئے" حضرت عزرائیل علیہ السلام کو اُس آنکھ نکلنے کا درد نہ ہوا جیسے ہمارے لباس پھٹنے سے درد نہیں ہوتا۔

(۸)مَلَکُ الموت کی واپسی بغیر روحِ موسیٰ قبض کئے ہوئے ہوئی معلوم ہوا کہ ملائکہ حضراتِ اَنبیاء علیہم السلام کے تابعِ فرمان ہوتے ہیں مرضی نہ پائی خالی واپس آ گئے۔

(۹)رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے قِصاص(بدلہ) نہیں دلوایا کہ استاد سے شاگرد کا، والد سے بیٹے کا، نبی سے اُمّتی کا قِصاص(بدلہ) نہیں لیا جاتا بلکہ وہاں تو چھوٹا معافی مانگتا ہے۔

دو گواہ: مسلکِ حق اَہلِ سنّت کے مُعتَمَد علیہ(معتبر) دو شخصیات کی عبارات پیش کرتا ہوں تاکہ دونوں گروہوں (۱)اَہلِ حق (۲)اَہلِ باطل(وہابی دیوبندی) کی خَلِش(دشمنی) دُور ہو۔

گواہ صدر الشریعہ حضرت علامہ حکیم محمد امجد علی صاحب رحمۃ اللّٰہ علیہ

قضا تین قسم ہے:

۱)مُبرَم حقیقی کہ علمِ الٰہی میں کسی شے پر مُعَلَّق نہیں اور مُعَلَّقِ محض کہ صُحُفِ ملائکہ(لوحِ محفوظ) میں کسی شے پر اُس کا مُعَلَّق ہونا ظاہر فرمادیا گیا ہے اور مُعَلَّق شبیہ بہ مُبرَم کہ صُحُفِ ملائکہ(لوحِ محفوظ) میں اُس کی تعلیق(Suspension) مذکور نہیں اور علمِ الٰہی میں تعلیق(Suspension) ہے ہر وہ جو مُبرَم حقیقی ہے اُس کی تبدیلی ناممکن ہے اکابر محبوبانِ خدا اگر اتفاقاً اُس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں تو اُنہیں اِس خیال سے واپس فرمادیا جاتا ہے ملائکہ قومِ لوط پر عذاب لے کر آئے، سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا الکریم و علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کہ رَحمتِ مَحْضہ(خالص رحمت) تھے اُن کا نام پاک ہی ابراہیم ہے یعنی اب رحیم، مہربان باپ۔اُن کافروں کے بارے میں اِتنے ساعی(Diligent) ہوئے کہ اپنے رب سے جھگڑنے لگے، اُنکا رب فرماتا ہے:

يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ۔(پارہ۱۲، سورۃ ھود، اٰیت ۷۴)

ترجمہ: ہم سے قومِ لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا۔

یہ قرآن عظیم نے اُن بے دینوں کا رد فرمایا جو محبوبانِ خدا کو بارگاہِ عزت میں کوئی عِزت و وَجاہَت(شرافت) نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ اُس کے حُضور کوئی دُم نہیں مار سکتا(اُس کی بارگاہ میں کوئی حرکت نہیں کر سکتا) حالانکہ اُنکا رب عزوجل اُن کی وَجاہَت(شرافت) اپنی بارگاہ میں ظاہر فرمانے کو خود اِن لفظوں سے ذِکر فرماتا ہے کہ ہم سے جھگڑنے لگا قومِ لوط کے بارے میں۔حدیث میں ہے شبِ معراج حضور اقدس ﷺ نے ایک آواز سنی کہ کوئی شخص اللہ عزوجل کے ساتھ بہت تیزی اور بلند آواز سے گفتگو کر رہا ہے حضور اقدس ﷺ نے جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام سے دریافت فرمایا کہ یہ کون ہیں؟ عرض کی موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام۔ فرمایا: کیا اپنے رب پر تیز ہو کر گفتگو کرتے ہیں۔ عرض کی اُن کا رب جانتا ہے کہ اُن کے مزاج میں تیزی ہے۔ جب آیۂ کریمہ:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔(پارہ۳۰، سورۃ الضحیٰ، اٰیت ۵)

ترجمہ: اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

نازل ہوئی تو حضور سید المحبوبین ﷺ نے فرمایا: إِذَنْ لَا أَرْضَى وَوَاحِدٌ مِنْ أُمَّتِي فِي النَّارِ۔ [۳۳] (تفسیر الجلالین)

یعنی ایسا ہے تو میں راضی نہ ہوں گا اگر میرا ایک اُمّتی بھی آگ میں ہو۔

یہ تو شانیں بہت رَفیع (بلند) ہیں جن پر رِفعَت، عِزت، وَجاہَت ختم ہے صلوٰت اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم مسلمان ماں باپ کا کچّا بچّہ جو حَمَل سے گر جاتا ہے اُس کے لئے حدیث میں فرمایا کہ روزِ قیامت اللہ عزوجل سے اپنے ماں باپ کی بَخشِش کے لیے ایسا جھگڑے گا جیسا قرض خواہ کسی قرضدار سے، یہاں تک کہ فرمایا جائیگا: أَيُّهَا السِّقْطُ الْمُرَاغِمُ رَبَّهُ۔ [۳۴] (سنن اِبنِ ماجه، کتاب ماجاء فی الجنائِز)

یعنی اے کچّے بچّے اپنے رب سے جھگڑنے والے اپنے ماں باپ کا ہاتھ پکڑ لے اور جنّت میں چلا جا۔

خیر یہ تو جملہ مُعتَرِضہ (Interruptive phrase) تھا مگر ایمان والوں کے لیے بہت نافع (نفع بخش) اور شیطان الانس کی خَباثَت کا دافع (دور کرنے والا) تھا۔

کہنا یہ ہے کہ قومِ لُوط پر عذاب قضائے مُبرَم حقیقی تھا، خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام اُس میں جھگڑے تو اُنہیں ارشاد ہوا:

يَٰٓإِبۡرَٰهِيمُ أَعۡرِضۡ عَنۡ هَٰذَآۖ إِنَّهُۥ قَدۡ جَآءَ أَمۡرُ رَبِّكَۖ وَإِنَّهُمۡ ءَاتِيهِمۡ عَذَابٌ غَيۡرُ مَرۡدُودٖ۔ (پارہ ۱۲، سورۃ ھود، اٰیت ۷۶)

ترجمہ: اے ابراہیم اِس خیال میں نہ پڑ بیشک تیرے رب کا حکم آچکا اور بیشک اُن پر عذاب آنے والا ہے کہ پھیرا نہ جائے گا۔

اور وہ جو ظاہر قضائے مُعلَّق ہے اُس تک اَکثر اَولیاء کی رَسائی (پہنچ) ہوتی ہے اُن کی دعا سے، اُن کی ہمّت سے ٹل جاتی ہے اور وہ جو مُتوَسِّط (درمیانی) حالت میں ہے جسے صُحُفِ ملائکہ کے اِعتبار سے مُبرَم بھی کہہ سکتے ہیں اُس تک خواص اکابِر کی رسائی ہوتی ہے۔ [۳۵] حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ اسی کو فرماتے ہیں میں قضائے مُبرَم کو رد کر دیتا ہوں اور اِسی کی نسبت حدیث میں ارشاد ہوا:

الدعاء یرد القضاء المُبْرَم۔ [۳۶]

یعنی بیشک دعا قضائے مُبرَم کو ٹال دیتی ہے۔ (بہار شریعت شریف حصہ اول)

گواہ ۲ حضرت علامہ قاضی ثناء اللّٰہ پانی پتی رحمۃ اللّٰہ علیہ یہ اگرچہ سنّی بزرگ ھیں

(۳۳)(تفسیر الجلالین، سورت وَالضُّحٰی تحت آیت ۵، ۱/ ۸۱۲، دار الحدیث القاھرۃ)

(۳۴)(سنن ابن ماجه، كِتَابُ الْجَنَائِزِ، بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ أُصِيبَ بِسِقْطٍ، ۱/ ۵۱۳، الحديث ۱۶۰۸، دار إحياء الكتب العربية)

(۳۵)(بہار شریعت، قضا کی تین قسمیں، جلد ۱ حصہ ۱ ص ۱۲ الی ۱۵، مکتبۃ المدینۃ، اشاعت ۲۰۱۲)

(۳۶)(كنز العمال، الباب الثامن: الدعاء، الفصل الأول: فضله والحث عليه، ۲/ ۶۹، الحديث ۳۱۶۱، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الطبعة الخامسة، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱م)

شاہ ولی اللہ کے شاگرد اور مَظہَرِ جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں لیکن دیوبندی فرقہ اُنہیں اپنا مُعتَمَد علیہ مانتے ہیں بلکہ اُن کی تصانیف میں اپنی مذہبی باتیں داخل کرکے شائع کی ہیں تفصیل دیکھئے فقیر کی تصنیف "**التحقیق الجلی فی مسلک شاہ ولی**" اِسی لئے اُنہیں مولوی اشرف علی تھانوی ، محمود الحسن دیوبندی و دیگر اکابر مثلاً شاہ عبد العزیز مُحَدِّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بیہقیِ وقت لکھتے ہیں اُنہوں نے فرمایا:

تقریرِ تفسیر مظھری: تفسیرِ ہذا مخالفین کے نزدیک مُسلّم (معتبر) ہے۔اُس کے مصنف کو حضرت شاہ عبد العزیز مُحَدِّث دہلوی قدس سرّہٗ نے بیہقیِ وقت لکھا اور اب مخالفین کے جملہ (تمام) اکابر واَصاغر مصنفِ تفسیرِ مظہری یعنی حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کو بیہقی وقت کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

تفسیر مظہری کی تقریر دربارہ تحقیقِ تقدیر مَعَہ اِضافات فقیر اویسی غفرلہ ربہ القدیر ملاحظہ ہو:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **يَمحوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ**۔(پارہ۱۳، سورۃالرعد، آیت۳۹)

ترجمہ: اللہ جو چاہے مٹاتا اور ثابت کرتا ہے اور اصل لکھا ہوا اُسی کے پاس ہے۔

آیت میں صاف بتایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی تقدیر ٹالتا ہے جیسے اور جس کے لئے چاہتا ہے۔

يَمحوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ يعنى مما كان فى اللَوحِ۔

یعنی اللہ تعالیٰ وہ اُمور مٹاتا اور ثابت کرتا ہے جو لَوحِ محفوظ میں مُندَرِج ہیں۔

تقدیرِ مُبرَم ومُعَلَّق کا ثُبوت: صاحبِ تفسیرِ مظہری اِس کے ماتحت لکھتے ہیں کہ

فما كان مكتوبا قابلا للمَحو يسمى بال قَضاء المُعَلّق يمحوه الله تعالى بايجاد ما علق مَحوه به سواء كان ذلك التعليق مكتوبا فى اللَوحِ او مضمرا فى علم الله تعالى وما ليس قابلا للمَحو يسمى بال قَضاء المُبْرَم۔ [۳۷] (تفسیر المظھری)

یعنی وہ حکم جو لَوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے لیکن وہ قابلِ محو (مٹانے کے قابل) ہے تو اُس کا نام قَضاءِ مُعَلَّق ہے اُسے اللہ تعالیٰ مٹاتا ہے اور اُس کے بدلے اور لکھتا ہے وہ تعلیق یا تو لَوح پر لکھ دی جاتی ہے یا اُسے اللہ تعالیٰ اپنے علم میں مَخْفی (پوشیدہ) رکھتا ہے اور وہ حکم جو قابلِ محو (مٹانے کے قابل) نہیں اُس کا نام قَضاءِ مُبرَم ہے۔

فائدہ: اِسی عبارت سے ہماری بیان کردہ تقریر کہ قَضاء تین قسم کی تائید و تَصدیق ہوئی۔اب ذیل میں مزید تَبصِرہ کرتے ہیں کہ واقعی تقدیر تین قسم ہے۔

---

(۳۷)(التفسير المظهري، سورت الرعد تحت آيت ۳۹، ۵/ ۲۴۵، مكتبة الرشدية –الباكستان، الطبعة: ۱۴۱۲ھ)

۱۔ تقدیرِ مُبرَم کے دَلائِل دینے کی ضرورت نہیں اِس لئے کہ اِس میں مخالفین کو اِتّفاق ہے نیز کچھ ہم نے مُقدّمہ میں بھی عرض کر دیاہے، وہ یہی ہے کہ اگر اُس تقدیر کے ٹلنے کے لئے اَنبیاء واولیاء علیٰ نبیناو علیہم السلام کچھ عرض کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کو محبت وپیار سے تقدیر نہ ٹالنے کی وجہ بتادیتاہے لیکن مخالفین بے ادبی اور گستاخی کے لہجہ میں ایسے مقامات پر جتناچاہتے ہیں انبیاءواولیاء کی جی بھر کر بے ادبی گستاخی کرتے ہیں۔

تقدیرِ مُعَلّق کا ثُبوت: اِس کے متعلق بھی اِثبات کی ضرورت نہیں کیونکہ اَہلِ علم کو اِس کا انکار نہیں لیکن اپنے عوام میں عام تاثُّر دیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی تقدیر نہیں ٹلتی ہم چند حوالے لکھ دیتے ہیں تاکہ اُن کے عوام سمجھیں کہ تقدیرِ رَبّانی ٹل جاتی ہے اور تقدیر ٹلنے والے مسئلہ میں اُن کے عُلَماء اُن سے خیانَت کرکے یہود ونصاریٰ کے اَحبار ورَہبان کے نقشِ قدم پہ چل گئے ہیں۔

۱۔ عن عمر وابنِ مسعود أَنَّهُمَا قَالَا: يَمحو السَّعَادَةَ وَالشَّقَاوَةَ أَيْضًا، وَيَمحو الرِّزْقَ وَالْأَجَلَ وَيُثْبِتُ ما يشاء۔ [۳۸] (تفسير البغوى)

یعنی امام بغوی نے حضرت عمر وابنِ مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کی اُنہوں نے فرمایا: سَعادَت (نیک بختی) وشَقاوَت (بد بختی) مٹ سکتی ہیں نیز فرمایا کہ رزق واجل (موت) بھی اللہ تعالیٰ جو چاہتا مٹاتا اور ثابت رکھتا ہے۔

۲۔ روي عن عمر أَنَّهُ كَانَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ وَهُوَ يَبْكِي وَيَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ كَتَبْتَنِي فِي أَهْلِ السَّعَادَةِ فَأَثْبِتْنِي فيها وإن كنت كتبتني عَلَيَّ الشَّقَاوَةَ فَامْحُنِي، وَأَثْبِتْنِي فِي أَهْلِ السَّعَادَةِ وَالْمَغْفِرَةِ، فَإِنَّكَ تَمحو مَا تَشَاءُ وَتُثْبِتُ وَعِنْدَكَ أُمُّ الْكِتَابِ۔ [۳۹]

(تفسير البغوى)

یعنی مروی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ طواف کرتے ہوئے رو کر عرض کرتے اے اللہ! اگر تو نے مجھے اَہلِ سَعادَت (نیک بخت والوں) میں لکھاہے تو اُسے ثابت رکھ اور اگر اَہلِ شَقاوَت (بدبخت والوں) میں لکھاہے تو اُسے مٹادے اور مجھے اَہلِ سَعادَت (نیک بخت والوں) میں لکھ دے۔ اِس لئے کہ تو مٹاتاہے جو چاہتاہے اور ثابت رکھتاہے جو چاہتاہے تیرے ہاں اُمُّ الکتاب ہے۔

۳۔ عَنِ ابنِ مَسْعُودٍ وَفِي بَعْضِ الْآثَارِ: أَنَّ الرَّجُلَ يَكُونُ قَدْ بَقِيَ مِنْ عُمْرِهِ ثَلَاثُونَ سَنَةً فَيَقْطَعُ رَحِمَهُ فَتُرَدُّ إِلَى ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، وَالرَّجُلَ يَكُونُ قَدْ بَقِيَ مِنْ عُمْرِهِ ثَلَاثَةُ أيام فيصل رحمه فيرد[ه] إِلَى ثَلَاثِينَ سَنَةً۔ [۴۰] (تفسير البغوى)

یعنی بعض آثار میں حضرت اِبنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی کی عمر باقی تیس (۳۰) سال رہ جاتی ہے تو اُس سے قطعِ رحمی کا اِرتِکاب ہو جاتا ہے پھر اُس کی صرف تین (۳) دن عمر بنادی جاتی ہے۔ جب وہ صِلہ رحمی کرتا ہے تو اس کی بدستور تیس (۳۰) سال عمر بنادی جاتی ہے۔

---

(۳۸) (تفسير البغوي، سورت الرعد تحت آيت ۳۷ الى ۳۹، ۳/ ۲۶، الحديث ۱۲۱۱، دار إحياء التراث العربي، الطبعة: الأولى، ۱۴۲۰ھ)

(۳۹) (تفسير البغوي، سورت الرعد تحت آيت ۳۷ الى ۳۹، ۳/ ۲۶، دار إحياء التراث العربي، الطبعة: الأولى، ۱۴۲۰ھ)

(۴۰) (تفسير البغوي، سورت الرعد تحت آيت ۳۷ الى ۳۹، ۳/ ۲۶، دار إحياء التراث العربي، الطبعة: الأولى، ۱۴۲۰ھ)

۴۔عَنْ أَبِي الدرداء أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَنْزِلُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي آخِرِ ثَلَاثِ سَاعَاتٍ يَبْقَيْنَ مِنَ اللَّيْلِ فَيَنْظُرُ فِي السَّاعَةِ الْأُولَى مِنْهُنَّ فِي أُمِّ الْكِتَابِ الَّذِي لَا يَنْظُرُ فِيهِ أَحَدٌ غَيْرُهُ فَيَمحو مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ»۔[۴۱] (تفسیر البغوی)

یعنی حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کے آخری حصہ میں اپنی شان کے لائق نزول فرماتا ہے تو اُس کی پہلی گھڑی کو دیکھتا ہے جو اُس کے سوا کوئی نہیں دیکھتا، اُس پر جو چاہتا ہے مٹاتا ہے یا ثابت رکھتا ہے۔

اِس روایت میں واضح ہے کہ بعض تقدیری اُمور ایسے ہوتے ہیں جن پر ملائکہ کرام کو علم نہیں ہوتا۔ ایسے اُمور لَوحِ محفوظ پر بھی مُندرِج نہیں ہوتے، اِس تقدیر کو بظاہر مُبرَم سمجھا جاتا تھا لیکن جو نُہی وہ ٹل گئی تو کہا گیا کہ تقدیرِ مُبرَم ٹل گئی حالانکہ یہ مُعلَّق شبیہ بالمُبرَم تھی۔ اِس کی تفصیل ابھی آتی ہے۔

۵۔عن علي أنه سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن هذه الآية فقال: "لأقرن عينك بتفسيرها ولأقرن عين أُمَّتي من بعدي بتفسيرها الصدقة على وجهها وبر الوالدين واصطناع المعروف تحول الشقاء سعادة وتزيد في العمر"۔[۴۲] (الاتقان)

یعنی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور سرورِ عالم ﷺ سے اِس کی تفسیر پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اِس کی تفسیر سے تیری آنکھیں ٹھنڈی کرونگا اور اپنی اُمت کی بھی وہ یہ ہے کہ صحیح طریقہ سے صدقہ اور ماں باپ سے احسان اور نیک کام کرنے سے شَقاوَت (بدبختی)، سَعادَت (نیک بختی) سے بدل جاتی ہے اور عمر میں بھی اِضافہ ہوتا ہے۔

فائدہ: اِس قاعدہ وضابطہ پر ہم اَہلِ سنّت کا عقیدہ ہے کہ تقدیرِ رَبّانی ٹلتی ہے تو نیک لوگوں کی نیک دعاؤں سے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے محبوبوں کی دعا سے اپنی تقدیر کو ٹال دیتا ہے۔ جو لوگ اپنے خدا تعالیٰ کو جھوٹا (معاذ اللہ) وعدہ خلاف (ثم معاذ اللہ) مانتے ہیں وہ بیشک ایک بار نہیں ہزار بار تقدیر نہ ٹلنے کی باتیں کریں۔

حضرت مُجدِّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور مُلا طاہر لاھوری

جَواہِرِ مُجدِّدِیہ ص ۳۶ میں ہے کہ آپ کو شیخ طاہر لاہوری کی پیشانی پر "الکافر" لکھا ہوا نظر آیا۔ کئی روز بعد یہ خبر آئی کہ وہ کافر ہو گیا اور اُس نے زنّار[۴۳] پہن لیا، آپ نے لَوحِ محفوظ کی طرف نگاہ کی تو وہاں بھی یہی لکھا ہوا پایا، آپ نے دعا کی اُس کی برکت سے وہ سعید (نیک بخت) ہو گیا اور آپ کا مُرید ہوا اور خلافت پائی۔[۴۴] (تفسیر مظھری پارہ ۱۳ سورۃ رعد)

غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ اور مُجدِّد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی تقدیرِ مُبرَم

(۴۱)(تفسير البغوي، سورت الرعد تحت آیت ۳۷ الی ۳۹، ۳/ ۲۶، الحديث ۱۲۱۲، دار إحياء التراث العربي، الطبعة: الأولى، ۱۴۲۰ھ)

(۴۲)(الإتقان في علوم القرآن، النوع الثمانون: في طبقات المفسرين، ۴/ ۲۶۵، الهيئة المصرية العامة للكتاب الطبعة: ۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۴م)

(۴۳) ایک قسم کا کمربند جو غیر مسلم کی پہچان کے لئے خاص ہے۔

(۴۴)(التفسير المظهري، سورت الرعد تحت آیت ۳۹، ۵/ ۲۴۷، مكتبة الرشدية — الباكستان، الطبعة: ۱۴۱۲ھ)

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیرِ مظہری میں لکھا کہ مَقاماتِ مُجَدِّدِیَہ میں مذکور ہے کہ حضرت مُجدّد رضی اللہ عنہ نے کشف سے مُلّا طاہر لاہوری کی پیشانی پر لکھا دیکھا کہ وہ شَقی (کافر) ہے اور مُلّا طاہر مذکور صاحبزادہ محمد سعید و صاحبزادہ محمد معصوم رحمہم اللہ تعالیٰ کے استادِ مکرم تھے۔ حضرت مُجدِّد رضی اللہ عنہ نے صاحبزادوں کو مُلّا طاہر لاہوری کی شَقاوَت (بد بختی)، کا ذکر کیا تو وہ دامن میں چِمَٹ گئے کہ استادِ مُکرّم کے لئے دعا فرمایئے تاکہ اُنکی شَقاوَت (بد بختی)، سَعادَت (نیک بختی) سے بدل جائے حضرت مُجدِّد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے لَوحِ محفوظ پر لکھا دیکھا کہ یہ قَضاءِ مُبْرَم ہے جس کا رد ممکن نہیں ہوتا لیکن صاحبزادوں نے ایک نہ مانی اور مجبور کر دیا کہ وہ مُلّا طاہر لاہوری کو لازماً شَقی سے سعید بنائیں۔ سیدنا مُجدِّد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور غوث الثقلین محی الدین عبد القادر الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ یاد آ گیا:

آپ نے فرمایا کہ ان القَضاءالمُبْرَم ایضا یرد بدعوتی۔

یعنی مُبْرَم بھی میری دعا سے ٹل جاتی ہے۔

اِسی سہارے پر میں نے یوں دعا مانگی:

سبحانه وقلت اللهم رَحْمَتك واسعة وفضلك غير مقتصر على أحد ارجوك وأسئلك من فضلك العميم ان تجيب دعوتي في مَحو كتاب الشقاء من ناصية ملا طاهر وإثبات السعادة مكانه كما أجبت دعوة سيد السند رضى الله عنه۔[٤٥]

یعنی اے اللہ تیری رَحمت واسع اور تیرا فضل غیر محدود ہے۔ تیرے سے امید کر کے تیرے فضلِ عَمیم (وسیع) سے دعا مانگتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ ملّا طاہر لاہوری کی شَقاوَت (بد بختی)، سَعادَت (نیک بختی) سے بدل دے اور آج میری دعا اُسی طرح منظور فرما جیسے تو اپنے محبوبِ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی دعا مستجاب فرماتا تھا۔

سوال: قاضی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں پر لکھا کہ مجھ پر اِشکال وارِد ہوا کہ یہ قَضاءِ مُبْرَم ٹلنا کیسا حالانکہ قَضاءِ مُبْرَم کا معنی بھی یہی ہے کہ وہ نہیں ٹلتی اور یہاں کیسے ٹل گئی اگر ٹل گئی تو خلاف لازم آیا۔

جواب: قَضاءِ قَدَرِ مُعَلَّق دو قسم ہے جس کی تعلیق لَوحِ محفوظ پر درج تھی اور لکھا تھا کہ یہ فلاں کام سے اور فلاں نیکی یا دعا وغیرہ سے ٹل جائے گی۔

تقدیر کو لَوحِ محفوظ میں لکھا نہیں جاتا کہ یہ تقدیر ٹل جائے گی بلکہ بظاہر وہ تقدیر لَوحِ محفوظ میں مُبْرَم ہوتی ہے لیکن اُس کا مَحو و اِثبات کا علم اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے۔ تقدیرِ مُبْرَم کو ٹالنے کا یہی معنی ہے کہ وہ تقدیرِ مُبْرَم جو صرف لَوحِ محفوظ پر مُبْرَم تھی لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ مُعَلَّق تھی۔ ہم بھی تقدیرِ مُبْرَم ٹلنے کے قائل ہیں تو اِسی کے ورنہ حقیقی مُبْرَم تو نہیں ٹلتی۔[٤٦]

---

(٤٥)(التفسير المظهري، سورت الرعد تحت آیت ٣٩، ٥/ ٢٤٦، مكتبة الرشدية — الباكستان، الطبعة: ١٤١٢ھ)

(٤٦)(التفسير المظهري، سورت الرعد تحت آیت ٣٩، ٥/ ٢٤٧، مكتبة الرشدية — الباكستان، الطبعة: ١٤١٢ھ)

تقدیرِ ربّانی اور محبوب یزدانی ﷺ: حضور سرور عالم ﷺ کا تقدیر بدلنا ابروئے اشارہ کی بات تو گیا صرف ارادے سے تقدیر بدل جاتی تھی اسکی بیشمار مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں فقیر کا رسالہ "کُن کی کنجی" اور "اِختیار الکل لمختار الکل" اور "مفاتیحفی ید حبیب الله" اور "تیرے منہ سے نکلی بات ہو کر رہی" صرف چند نمونے حاضر کر دوں تا کہ مومن کا ایمان تازہ ہو۔

(۱) **سورج الٹا:** مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز (ظہر) کے بعد کسی کام سے بھیجا۔ غزوۂ خیبر میں بہت زیادہ کام تھے۔ اُنکے جانے کے بعد عصر کا وقت ہو گیا حضور ﷺ نے نماز پڑھ لی لیکن علی رضی اللہ عنہ شریک نہ ہوئے اُنکے لئے سورج کو اشارہ فرمایا تو سورج واپس لوٹا۔[۴۷]

طریقہ اِستِدلال: اللہ تعالیٰ نے سورج کو چوبیس (۲۴) گھنٹہ کا مقدّر فرمایا ہے حضور سرور عالم ﷺ نے اُس تقدیر کو پچیسویں (۲۵) گھنٹے سے بدلا۔

(۲) **چاند اشارہ سے ہو چاک (ٹکڑے):** مشہور معجزہ ہے ان دونوں معجزوں کا منکرین نے انکار کیا تو فقیر نے نے دو ضخیم کتابیں لکھیں اُنکا مطالعہ کیجئے "معجزہ رد الشمس و شق القمر"

چاند کی تیز رفتاری: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ۔ (پارہ ۲۳، سورۃ یٰس، آیت ۳۹)

ترجمہ: اور چاند کے لئے ہم نے منزلیں مُقرّر کیں یہاں تک کہ پھر ہو گیا جیسی کھجور کی پرانی ڈال۔

فائدہ: چاند کے سفر کا یہ حال ہے کہ اُس کی اٹھائیس (۲۸) منزلیں ہیں ہر شب ایک منزل میں ہوتا اور پوری منزل طے کر لیتا ہے نہ کم چلے نہ زیادہ طلوع کی تاریخ سے اٹھائیسویں تاریخ تک تمام منزلیں طے کر لیتا ہے اور اگر مہینہ تیس (۳۰) کا ہو تو دو شب اور انتیس (۲۹) ہو تو ایک شب چھپتا ہے اور جب اپنے آخر منازِل میں پہنچتا ہے تو باریک اور کمان کی طرح خمیدہ اور زرد ہو جاتا ہے۔

طریقہ اِستِدلال: اللہ تعالیٰ نے چاند کو کامل و مکمل بنایا پھر اُسکے ذمّہ کام لگایا، نبی پاک ﷺ نے اُسے توڑ دیا پھر جوڑ دیا اور اُسے زخمی حالت بلکہ دو نیمہ (دو ٹکڑے) ہونے کے باوُجود اُسکی ڈیوٹی میں بھی فرق نہیں آنے دیا۔

کاندھا سیدھا کر دیا: جنگِ بدر میں حضرت حبیب بن یساف رضی اللہ عنہ کا کاندھا کٹ کر لٹک گیا۔

فَرَدَّهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَفَثَ عَلَيْهِ حَتّٰى صَحَّ۔[۴۸] (شفا شریف، جلد ۱، صفحہ ۲۱۳)

یعنی پس رسول اللہ ﷺ نے اُس کندھے کو اُس کی جگہ پر رکھا اور اُس پر تھوک مبارک لگا دیا تو وہ کندھا بالکل ٹھیک ہو گیا۔

---

(۴۷) (المعجم الكبير للطبراني، باب الألف، أم جعفر بن محمد بن جعفر بن أبي طالب، عن جدتها أسماء، ۱۴۴/۲۴، مكتبة ابن تيمية — القاهرة، الطبعة: الثانية)

(۴۸) (الشفا بتعريف حقوق المصطفى، اَلْبَابِ الرابع، فصل في إبراء المرضى وذوي العاهات، ۳۲۴/۱، دار الفكر، عام النشر: ۱۴۰۹ھ ۱۹۸۸م)

طریقہ اِستِدلال: حضرت خبیب بن یساف رضی اللہ عنہ کا کاندھا کٹ کر ناکارہ ہو گیا حضور سرور عالم ﷺ نے کاندھا سیدھا کر دیا اور ناکارہ ہونے سے بھی بچالیا۔[۴۹]

حضرت ابوھریرہ کا نِسیان مٹا کر حافظہ کا خزانہ بنا دیا:

مشہور حدیث ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي أَسْمَعُ مِنْكَ حَدِيثًا كَثِيرًا أَنْسَاهُ؟ قَالَ: «ابْسُطْ رِدَاءَكَ» فَبَسَطْتُهُ، قَالَ: فَغَرَفَ بِيَدَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: «ضُمَّهُ» فَضَمَمْتُهُ، فَمَا نَسِيتُ شَيْئًا بَعْدَهُ۔[۵۰] (صحیح البخاری)

یعنی اے اللہ کے رسول ﷺ آپ سے کثیر اَحادیث مبارکہ سُنتا ہوں (پھر) اُنہیں بھول جاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی چادر پھیلاؤ، میں نے پھیلا دی تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے لَپ (مٹھی) بھر کر اُس میں ڈال دیا پھر فرمایا: اِسے سینے سے لگالو، میں نے لگالیا پس میں اُس کے بعد کبھی کچھ بھی نہیں بھولا۔

طریقہ اِستِدلال: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقدیر میں نِسیان فِطرتِ انسانی سے کچھ زائد ہو گا تو شکایت کی۔ آپ ﷺ نے اُنکی تقدیر ایسی بدلی کہ اُنکا دماغ قوتِ حافظہ کا خزانہ بن گیا اور اُسکی اتنی بڑی شہرت کہ قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر تشریف لائینگے تو بھی اُنکے علم میں ہو گا کہ اُمّتِ مصطفیٰ ﷺ میں ایک بڑا حافظہ والا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہر روایت صحیح ہے۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب "قیامت کی نشانیاں" اور رسالہ "بعد نزول مشاغل عیسیٰ علیہ السلام"

لطیفہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ تھا کہ ہر شے ملتی ہے درِ رسول اللہ ﷺ سے لیکن بد قسمت عقیدہ رکھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو کسی قسم کا اِختیار نہیں اور نہ نبی کے چاہنے سے کچھ ہوتا ہے۔[۵۱] (تقویۃ الایمان)

نکتہ: فقیر اُس قوم پر حیران ہے کہ العلم الحجاب الاکبر کے صدمہ سے چور چور ہو کر بڑے زور دار دَلائل دے کر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہماری طرح بھولتے تھے اِسی لئے آپ ﷺ ہمارے جیسے بشر ہیں۔ فقیر نے اِس موضوع پر دو رسالے لکھے ہیں "النسیان فی الانسان" اور "این النسیان فی النبی آخر الزمان" اِنکا خلاصہ یہ ہے کہ ہم بھی مانتے ہیں کہ آپ ﷺ بھولتے ضرور تھے لیکن نہ ہماری طرح اور آپ ﷺ بشر ضرور تھے لیکن نہ ہمارے جیسے۔

سرکار ﷺ کی اُمّت کے کاملین ہیں کہ اُنکی نگاہ ہر وقت لَوحِ محفوظ پر ہے۔ اگر وہ مُعلّق تقدیر ہے تو دعا وغیرہ بدل دینگے اگر مُبرَم ہے تو وہ محرمِ رازِ حق (اللہ تعالیٰ کے ولی) ہیں تو وہ وہی مُبرَم بدلینگے جو اللہ تعالیٰ کے ارادہ میں ہے۔

---

(۴۹)(الشفا بتعريف حقوق المصطفى، الْبَابُ الرابع، فصل في إبراء المرضى وذوي العاهات، ۱/ ۳۲۲، دار الفكر، عام النشر: ۱۴۰۹ھ ۱۹۸۸م)

(۵۰)(صحيح البخاري، كِتَابُ العِلْمِ، بَابُ حِفْظِ العِلْمِ، ۱/ ۳۵، الحديث ۱۱۹: دار طوق النجاة، الطبعة: الأولى، ۱۴۲۲ھ)

(۵۱)(تقویۃ الایمان از اسماعیل دہلوی، كِتَابُ العِلْمِ، الحکایۃ السابعۃ الوستون بعد المائۃ، ۱/ ۱۷۵، مکتبہ نعیمیہ، صدر بازار، مئو ناتھ بھجن)

(۱)حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

إن السعداء والأشقياء ليعرضون على عيني في اللَوحِ المحفوظ . أنا غائص في بحار علم الله ومشاهدته۔[۵۲]

(زبدۃ الاسرار بهجة الاسرار ص ۲۲)

یعنی مجھے رب العِزت کی قسم! بے شک سُعَداء اور اَشقیاء مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں اور میری آنکھ لَوحِ محفوظ میں دیکھتی ہے۔ میں علمِ الٰہی کے سَمندر میں غوطہ زن ہوں۔

(۲)فرمایا:

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللهِ جَمْعًا کَخَرْدَلَةٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالِیْ

(قصیدہ غوثیہ)

یعنی میں نے خدا کے سارے شہروں کو یوں دیکھا ہے جیسے ایک رائی کا دانہ ہو۔

(۳)حضرت امام رَبّانی مُجدِّدِ الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں لَوحِ محفوظ میں دیکھتا ہوں۔[۵۳] (تفسیر مظهری ص ۲۰۰)

(۴)سید العارفین مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "ازچه محفوظ است محفوظ از خطا۔"

ترجمہ: لَوحِ محفوظ اولیاء اللہ کے پیشِ نظر ہوتی ہے اور جو کچھ اُس میں محفوظ ہے وہ خطا سے محفوظ ہے۔

(۵)عارف جامی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

حضرت عزیزاں علیه ال رَحْمَته والرضوان می گفته اند که؎

زمین در نظر این طائفه چوں سفره ایست
وما می گوئیم چوں روئے نا خنی ست[۵۴]
ہیچ چیز از نظر ایشاں غائب نیست

(۵۲)(خلاصة المفاخر ،كِتَابُ العِلْمِ ، الحكاية السابعة الوستون بعد المائة ،۱/ ۱۷۵، دار الكتب العلمية ،الطبعة، ۲۰۱۲م)

(۵۳)(التفسير المظهري، سورت الرعد تحت آيت ۳۹، ۵/ ۲۴۶، مكتبة الرشدية —الباكستان،الطبعة: ۱۴۱۲ھ)

(۵۴)(نفحات الانس ترجمه خواجه بهاءُ الحق والدّين النقشبندی،ص ۳۸۷ ،انتشارات کتاب فروشی)

یعنی حضرت عزیزاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زمین گروہ اولیاء کے سامنے مثلِ دستر خوان کے ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ ساری زمین اُنکے سامنے ایسی ہے جیسے روئے ناخن کوئی چیز بھی اُنکی نظر سے غائب نہیں ہے۔(نفحات الانس ص ۸۴۳)

مُحی الدین اِبنِ العربی: میلادنامہ غوثِ اعظم میں ہے کہ حضرت محی الدین اِبنِ العربی کے والد شیخ علی جو حضرت غوث پاک کے مرید ہیں اولاد کے نہ ہونے سے بہت غمگین رہا کرتے تھے۔ایک بار حضرت غوث پاک سے تمنّائے اولاد ظاہر کی اور طالبِ دعا ہوئے۔

حضرت نے فرمایا: تمہاری قسمت میں تو کوئی اولاد نہیں ہے مگر ہم اپنا ایک فرزند تم کو دینگے تم کل صبح کے وقت آؤ جب ہم وظیفہ میں ہوں تو ہماری پُشت سے پُشت ملا کر بیٹھ جانا اور بے ادبی کا خیال نہ کرنا جب لڑکا ہو تو اُسکا نام محمد رکھنا لیکن مُلقّب بہ لقبِ محی الدین ہوگا۔ دوسرے دن شیخ علی تعمیلِ حکم بجالائے اور اُسی روز شب کو اپنی بی بی کے پاس گئے حَمَل قرار پاگیا اور بعد نو(۹) ماہ کے حضرت محی الدین پیدا ہوئے علمِ ظاہر وباطن میں یکتائے زمانہ ہوئے آپ کا علم لدنی تھا، نہ کسی استاد سے کچھ پڑھا، نہ کسی مرشد سے کچھ تعلیم پائی جب یہ پیدا ہوئے تو اُنکے والد نے اُنکو حضرت غوث پاک کی خدمت شریف میں حاضر کیا آپ نے دیکھتے ہی فرمایا: سبحان اللّٰہ کیا عجیب ایک شخص پیدا ہوا ہے کہ جو میری زبان ہوگا اور وہ اسرار جن کو اولیاءاللہ نے اب تک اپنے سینے میں رکھے ہیں اُن کو یہ ظاہر کریگا اور اپنے وقت کا قُطب ہوگا۔ یہ قول جناب غوث پاک کا کمال ہے کہ کمالِ اِبنِ عربی بعنیہ کمالِ شیخ عبدالقادر ہے بذریعہ اِبنِ عربی اُنکا ظہور ہوا ہے۔ کُتُبِ توحید میں بہت تصنیفات اُنکی یادگار سے ہیں۔ فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ مشہور ترین کُتُب سے ہیں۔ غرض جو فضل وکمال محی الدین ابن عربی میں ہیں وہ سب بوجہ برکت ودعاءجنابِ غوث پاک کے ہوئے۔

کرامتِ خاص: قلائد الجواہر میں شیخ ابو العباس غوثِ اعظم کے خادم سے منقول ہے کہ آپ نے قحط سالی میں ایک پیمانہ گیہوں کا مجھ کو دیا اور فرمایا کہ اِسکا منہ بند رکھنا اور ایک سوراخ اِس میں کر دینا جس قَدَر حاجت ہو گیہوں اِس سے نکال لینا کبھی گیہوں اِسکے کم نہ ہونگے خادم مذکور کہتا ہے قسم خدا کی پانچ برس کامل میں اِس پیمانے سے نکال نکال کر کھاتا رہا اور مَن کے مَن اُس میں سے اللہ کی راہ میں دیتا رہا، شامتِ اعمال سے ایک روز میری اَہلیہ نے اِسکا منہ کھول دیا فوراً وہ برکت جاتی رہی اور وہ پیمانہ خالی ہوگیا۔(۵۵)

قُم بِاذنِ اللّٰہ: حضرت ابو الحسن قَرشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان کیا کہ میں اور حضرت شیخ ابو الحسن علی بن ہیتی علیہ الرحمۃ والرضوان ۵۴۹ھ میں حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں اُن کے مدرسہ میں جو کہ اَزَج(۵۶) کے دروازہ میں تھا، موجود تھے کہ حضرت کے پاس سوداگر ابو غالب فضل اللہ بن اسمٰعیل بغدادی اَزَجی حاضر ہوا اور عرض کیا اے حضرت! آپ کے محترم ومکرم نانا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس شخص کی دعوت کی جائے اُس کو چاہیے کہ وہ اُس کو قبول کرے اور میں آپ کو اپنے مکان پر دعوت کی زحمت دینے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

(۵۵)(قلائد الجواہر، گندم کا پانچ سال تک ختم نہ ہونا، ۱/ ۱۰۷، شبیر برادرز، اشاعت ۲۰۰۶)

(۵۶)بغداد شریف میں "ازج" نام کا مقام موجود ہے، جو تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ مقام "باب الازج" کے نام سے معروف ہے اور بغداد کے ایک علاقے میں واقع ہے۔ یہاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مدرسہ "مدرسہ باب الازج" کے نام سے قائم تھا، جہاں آپ نے تعلیم وتدریس اور روحانی تربیت کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ کا مزار شریف بھی اسی مقام پر واقع ہے، جہاں زائرین حاضری دیتے ہیں۔

نے فرمایا کہ اگر مجھے اِجازت ملی تو آؤں گا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ دیر مُراقبہ[۵۷] فرمایا اور فرمایا کہ اچھا میں آؤں گا، مُقرَّرہ وقت پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوار ہوئے، شیخ ہیتی نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دائیں رِکاب (پاؤں رکھنے کا سہارا) پکڑی اور میں نے بائیں رِکاب تھامی اِس طرح اُس شخص کے مکان پر پہنچنے کے بعد دستر خوان لگایا گیا اور بہت قسم کے کھانے دستر خوان پر رکھے گئے۔ اِس کے بعد دو شخص ایک بہت بڑا ٹوکرا اُٹھا کر لائے جس کا سر ڈھکا ہوا تھا یہ ٹوکرا دستر خوان کے ایک طرف لا کر رکھ دیا گیا، میزبان نے شیخ سے عرض کیا کہ اِجازت ہے کھانا شروع کیا جائے، شیخ نے کچھ نہیں فرمایا اپنا سر جھکائے رہے، نہ خود کھانا شروع کیا اور کھانے کی اِجازت بھی مَرحَمت (عطا) نہیں فرمائی چنانچہ کسی نے بھی کھانا شروع نہیں کیا، اَہلِ مَجْلِس پر آپ کی ہیبت اِس طرح طاری تھی گویا اُنکے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں[۵۸] پھر آپ نے مجھے اور شیخ علی ہیتی کو اشارہ کیا کہ اس ٹوکرے کو اٹھا کر یہاں لاؤ چنانچہ وہ ٹوکرا ہم نے اٹھا کر شیخ کے سامنے رکھ دیا ٹوکرا بہت وزنی تھا۔ شیخ نے ہم کو حکم دیا کہ ٹوکرے کو کھولو جب ہم نے اس کو کھولا تو اس میں اس امیر کا فرزند تھا جو لنجا، مادر زاد اندھا اور مفلوج تھا، جذامی بھی تھا۔ شیخ نے اس کو دیکھ کر فرمایا **قُم بِاِذنِ اللّٰہ** (اللہ کے حکم سے تندرست ہو کر کھڑا ہو جا) شیخ کے یہ فرماتے ہی وہ لڑکا تندرست شخص کی طرح کھڑا ہو گیا اور کوئی بیماری اس میں موجود نہیں تھی۔ حاضرینِ مَجْلِس میں ایک جوش پیدا ہوا نعرے لگانے لگے، حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بغیر کچھ کھائے پیے اُس ہجوم میں سے اُٹھ کر باہر آ گئے، کچھ عرصہ کے بعد ہم شیخ ابو سعید قیلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں گئے اور اُن کو یہ قِصّہ سنایا تو اُنہوں نے فرمایا ہاں شیخ عبد القادر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مادر زاد اندھوں اور برص والوں کو اچھا کرتے اور مُردوں کو جِلاتے (زندہ کرتے) ہیں۔[۵۹]

چِڑیا مر گئی: شیخ عمر بن مسعود بزّاز بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدرسہ میں وُضو فرما رہے تھے کہ اچانک ایک چڑیا نے آپ کے کپڑوں پر بیٹ کر دی اور جب آپ نے اوپر نظر اُٹھا کر دیکھا تو چڑیا مردہ ہو کر نیچے گر پڑی۔[۶۰]

مردانِ غیب پر تَصَرُّف: ایک دن ایک مردِ غیب ہَوا میں اُڑ رہا تھا، جب وہ بغداد کی سَمت پہنچا اُس کے دل میں خیال گزرا کہ بغداد میں کوئی بھی مردِ خدا نہیں ہے۔ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُس کا علم ہوا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس کے کمالات واحوال اُس سے سَلب کر لئے (چھین لئے) وہ مردِ غیب اڑتے اڑتے نیچے گر پڑا، آخر شیخ علی ہیتی کی اِلتماس پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسے معاف کر دیا اور اُس نے توبہ کی اور اڑ کر واپس چلا گیا۔[۶۱]

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تمام طریقہ شریعت کے عین مُطابِق تھا اگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کو شرع کے خلاف کام کرتے ہوئے دیکھتے تو اُس کے احوال کو اُس سے سَلب فرما لیتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے: لوگو! اگر شریعت کا پاس نہیں رکھو گے تو میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ جو کچھ تم کھاتے ہو اور جمع کرتے ہو وہ مجھ پر آئینہ کی طرح روشن ہے، تمہارے ظاہر وباطن کو میں دیکھ لیتا ہوں۔ کسی بزرگ نے حضرت خِضَر علیہ السلام سے

---

(۵۷) مراقبہ کا مطلب اللہ تعالیٰ کی ذات پر دھیان مرکوز کرنا، اس کے احکامات پر غور وفکر کرنا اور اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا ہے۔ اسے "تصوف" میں ایک اہم مقام حاصل ہے، جہاں سالک (راہ سلوک کا مسافر) اپنی روحانی ترقی کے لیے خاموشی اور یکسوئی کے ساتھ اللہ کی یاد میں مشغول رہتا ہے۔

(۵۸) یعنی بے حس وحرکت تمام حاضرین مجلس بیٹھے ہوئے تھے۔

(۵۹) (قلائد الجواہر، روافض کی جماعت کا تائب ہونا، ۱/۱۰۶، شبیر برادرز، اشاعت ۲۰۰۶)

(۶۰) (کرامات غوث اعظم، چڑیا کی موت، ۱/۶۶، ضیاء القران، اشاعت ۲۰۰۵)

(۶۱) (قلائد الجواہر، ایک صاحب حال کا غرور، ج ۱ ص ۱۱۱ الی ۱۱۲، شبیر برادرز، اشاعت ۲۰۰۶)

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں دریافت کیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے کسی ولی کو ایسا بلند مقام عطا نہیں کیا جو غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا ہے اور جو اپنی محبت کی چاشنی اُن کو عطا فرمائی ہے وہ کسی اور کو عطا نہیں کی، پھر فرمایا کہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ اپنے اَحباب میں فرد ویگانہ (بے مثال) ہیں اور اپنے زمانہ کے غوث وقُطب ہیں۔

صاحبِ بهجة الاسرار نے فرمایا کہ

ابو بکر نے ہم سے بیان کیا کہ میں نے قاضی القُضّاۃ ابو صالح نصر سے سنا اُنہوں نے کہا کہ میں نے اپنے باپ عبد الرزاق سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میرے والد گرامی یعنی حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ ایک دن جمعہ کی نماز کے لئے نکلے اور میرے دو بھائی عبد الوہاب اور عیسیٰ آپ کے ساتھ تھے، راستہ میں ہم کو شراب کے تین مٹکے ملے جو بادشاہ کے تھے اور جن کی بُو بہت تیز تھی، اُن کے ساتھ کَوتْوال (سپاہی) اور کچہری کے کچھ دوسرے لوگ تھے۔

حضرت نے اُن لوگوں سے فرمایا کہ ٹھہر جاؤ، وہ نہیں ٹھہرے اور جانوروں کے چلانے میں اُنہوں نے جلدی کی تو حضرت نے جانوروں سے فرمایا قِفِی ٹھہر جاؤ! فوقفت مكانها كأنها جمادات تو وہ ایسے ٹھہر گئے گویا کہ وہ جمادات ہیں یعنی بے جان چیزیں پتھر اور پہاڑ وغیرہ کی طرح اپنی جگہ پر ٹھہر گئے، وہ لوگ جانوروں کو بہتیرا (بہت زیادہ) مارتے تھے مگر وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلتے تھے اور اُن لوگوں کو قولنج (پیٹ) کا درد شروع ہو گیا اور سخت درد کی وجہ سے سب کے سب دائیں بائیں زمین پر لَوٹنے (لوٹ پوٹ ہونے) لگے پھر وہ لوگ خدائے تعالیٰ کو یاد کرنے لگے اور اِعلانیہ توبہ واستغفار کرنے لگے تو اُن کا درد جاتا رہا اور شراب کی بُو سِرکہ سے بدل گئی اُنہوں نے برتنوں کو کھولا تو دیکھا وہ سب سِرکہ ہو گیا تھا۔[٦٢]

تاحال تَصَرُّف: غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حِمایَت بطور کرامت موجود ہے کیونکہ بقول شاہ عبد الحق مُحَدِّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کہ آپ اُن چاروں اولیاء میں سے ایک ہیں جو اب بھی اپنے مزارات میں بِاِذنِ اللہ تَصَرُّف فرمارہے ہیں اور حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی حِمایَت کا وعدہ فرما گئے ہیں۔ (اشعة اللمعات)

خود فرمایا: مُرِیْدِیْ لَاتَخَفْ اَللهُ رَبِّیْ عَطَانِیْ رِفْعَةً نِلْتُ الْمَنَالِیْ

یعنی اے میرے مرید! تو مت ڈر اللہ کریم میرا رب ہے اُس نے مجھے رِفعَت اور بلندی عطاء فرمائی ہے اور میں اپنی امیدوں کو پہنچا ہوں۔

(۲) فرمایا کہ "وأنا لكل من عثر مركوبه من أصحابي ومريدي ومحبي إلى يوم القيامة آخذ۔"[٦٣] (قلائد الجواہر)

یعنی قیامت کے دن تک میرے دوستوں، مُریدوں اور مُحِبّوں سے جو کوئی ٹھوکر کھائے گا میں اُس کا ہاتھ پکڑ لوں گا۔

---

(٦٢) (بهجة الأسرار، ذكر فصول من كلامه مرصعا۔۔۔، ١/ ٨٥، دار الكتب العلمية، الطبعة: ٢٠٠٢)

(٦٣) (مرآة الجنان، تسع وثلاث مائة، ٢/ ١٩٠، دار الكتب العلمية، الطبعة: الأولى، ١٤١٧ھ ١٩٩٧م)

(۳)اور فرمایا: عزة ربي وجلاله يدي على مريدي كالسماء على الأرض، إن لم يكن مريدي جيداً فأنا جيد۔[۶۴]

یعنی مجھے اللہ تعالیٰ کی عِزت وجلالت کی قسم ہے کہ میرا ہاتھ اپنے مریدوں پر ایسا ہے جس طرح زمین پر آسمان (کا سایہ) ہے اگر میرے مرید عالی مرتبہ نہ ہوں تو کوئی مُضائِقہ نہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میں تو عالی مرتبہ ہوں۔

اِنْتِباہ: ہمارے اَسلاف صالحین رحمہم اللہ علیہم حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مُتَمَتِّع (فیض یاب) ہوئے۔ الحمدُللہ فقیر اویسی غُفِرَلَہ باوُجود رابطہ کی کمی کے خوب مُتَمَتِّع (فیض یاب) ہوا اور ہو رہا ہے اور اِن شاءاللہ ہوتا رہے گا اور یومِ آخرت میں اُس سے بھی کہیں لاکھ گُنا اور زیادہ مُتَمَتِّع (فیض یاب) ہو گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

تقدیر خواب میں بَدلُدی: ویسے کرامات ہوتی ہی تقدیر کا کرشمہ ہیں لیکن خُصوصِیَّت سے ایک واقعہ ملاحظہ ہو:

واقعہ: ایک سوداگر (تاجر) جس کا نام ابوالمظفر تھا حضرت شیخ حماد علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا قافلہ تیار ہے میں ملکِ شام کو جارہا ہوں سَردَست سات سو(۷۰۰) اَشرفیاں اپنے ساتھ لے جارہا ہوں اور اتنی قیمت کا سامان میرے پاس موجود ہے دعا کیجئے کہ کامیاب لوٹوں۔ حضرت شیخ حماد نے فرمایا: تم اپنا یہ سفر مُلتَوی کر دو ورنہ زبردست نقصان اُٹھاؤ گے۔ ڈاکو تمہارا سب مال لوٹ لیں گے اور تم کو قتل بھی کر دیں گے۔ سوداگر یہ خبر سُن کر بڑا پریشان ہوا اور اُس پریشانی میں واپس آرہا تھا کہ راستہ میں حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مل گئے۔ پوچھا کیوں پریشان ہو؟ سوداگر نے سارا قِصّہ سنا دیا۔ آپ نے فرمایا: پریشان ہونے کی ضرورت نہیں تم شوق سے ملکِ شام کو جاؤ ان شاءاللہ تمہیں کوئی نقصان نہیں ہو گا اور تم بخیریت اور کامیاب لوٹو گے۔ چنانچہ سوداگر مُلکِ شام کو روانہ ہو گیا۔ شام میں اُسے بہت سا نفع ہوا اور وہ ایک ہزار اشرفیوں کی تھیلی لئے ملکِ حلب میں پہنچا اور اِتّفاقاً وہ تھیلی کہیں رکھ کر بھول گیا اِسی فکر میں نیند نے غلبہ کیا اور سو گیا، تو خواب میں دیکھا کہ کچھ ڈاکوؤں نے اُس قافلے پر حَملہ کر کے سارا سامان لوٹ لیا ہے اور اُسے بھی قتل کر ڈالا ہے۔ یہ دہشت ناک خواب دیکھ کر سوداگر خواب سے چونکا تو دیکھا وہاں کچھ بھی نہ تھا مگر اُٹھا تو یاد آیا کہ اشرفیوں کی تھیلی میں نے فلاں جگہ پر رکھی تھی۔ چنانچہ فوراً وہاں گیا تو تھیلی مل گئی اور خوشی خوشی بغداد واپس آیا۔ اور اب سوچنے لگا کہ میں پہلے غوثِ اعظم کو ملوں یا شیخ حماد کو؟ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اتفاقاً بازار میں حضرت شیخ حماد مل گئے اور دیکھ کر فرمانے لگے پہلے جاکر غوثِ اعظم سے ملو کہ وہ محبوبِ رَبّانی ہیں۔ اُنہوں نے تمہارے لیے ستّر(۷۰) بار بارگاہِ الٰہی میں دعا مانگی تب کہیں جاکر تمہاری تقدیر بدلی ہے جس کی میں نے تجھے خبر دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ ہونے والے واقعہ کو غوثِ اعظم کی دعا سے بیداری سے خواب میں منتقل کر دیا۔ یہ سنتے ہی سوداگر حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا جن کے روحانی تَصَرُّف سے وہ قتل وغارت سے بچ گیا تھا۔ اُسے دیکھتے ہی حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: واقعی میں نے تمہارے لئے ستّر بار دعا مانگی تھی۔[۶۵]

فائدہ: اُس بندے کی تقدیر خواب میں بدل دی۔

---

(٦٤) (بهجة الأسرار، ذكر فضل أصحابه وبشراهم، ١/١٩٣، دار الكتب العلمية، ٢٠٠٢ء)

(٦٥) (بهجة الأسرار، ذكر فصول من كلامه مرصعاً۔۔۔، ١/ ٦٤، دار الكتب العلمية، الطبعة: ٢٠٠٢)

غوث کا کتا: حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جسے نسبت ہو جائے تو اُس سے بڑے سے بڑا طاقتور گھبراتا ہے مثلاً جانوروں میں بہت بڑی طاقت کا مالک شیر ہے یہاں تک اُسے جنگل کا بادشاہ کہا جاتا ہے لیکن غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کتے کے لئے وہ لومڑی بلکہ اُس سے بھی کم۔

حکایت احمد زندہ رحمة الله تعالی: آپ ہمیشہ شیر کی سواری کرتے اور جہاں تشریف لے جاتے شیر کو گائے کی مہمانی پیش کی جاتی۔ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور حاضر ہوئے آپ نے بھی حَسبِ دستور اُن کے شیر کے لئے گائے بھیجی۔ آپ کا کتا بھی اُس گائے کے ساتھ روانہ ہوا۔ شیر نے جب غوثِ اعظم کی گائے پر حَملہ کیا تو کتے نے جُست (چھلانگ) لگا کر شیر کی پیٹھ پر بیٹھ کر اُس کی گردن مروڑ ڈالی اور اُس کا پیٹ چاک کر ڈالا۔ حضرت احمد زندہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ماجرا دیکھ کر غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معذرت کی کہ میں نے جرأت کی کہ آپ کے لنگر سے شیر کی مہمانی طلب کی۔ آپ نے اُنہیں معاف فرما کر چند روز اپنے پاس رکھا۔(۲۶)

اِس لئے فقیر بڑے ناز سے وِرْدِ زبان رکھتا ہے: بر شیراں شرف دارد دسگ درگاہ جیلانی۔

لطیفہ از شاہ سلیمان تونسوی قدس سرہ: حضور پیر پٹھان سید ناشاہ سلیمان تونسوی قُدّس سرہ اِس شعر کو یوں پڑھا کرتے:

سگ دربار میراں شو چو خواہی قرب سلطانی
کہ برپیراں شرف دارو سگ در گاہ جیلانی

اُسکی مزید تفصیل فقیر کی کتاب "غوث جیلانی" میں ہے۔

غوثِ اعظم رضی الله عنه کی گائے: انیس القادریہ میں منقول ہے کہ ایک دُرویش شیر پر سوار ہو کر کرامَت دکھاتے پھرتے تھے۔ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھی تشریف لائے اور شیر کو باہر چھوڑ کر خانقاہ شریف کے اندر تشریف لائے اور حضرت غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات سے فیض یاب ہوئے۔ قریب درگاہ کے ایک گائے چر رہی تھی شیر جو اُس کے قریب گیا فوراً گائے اُس کو نگل گئی اور اُسی جگہ بیٹھ گئی۔ جب حضرت کی ملاقات سے فارغ ہو کر وہ دُرویش باہر آئے دیکھا وہاں شیر کا پتہ نہیں۔ بہت حیران ہوئے اور چاروں طرف تلاش کرتے پھرے کہیں نہ پایا۔ پریشان ہو کر حضرت غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور سارا ماجرا بیان کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خانقاہ کے دروازے پر جو گائے بیٹھی ہے اُس سے جا کر کہو کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میرا شیر دے دے، وہ دُرویش گئے اور یہی الفاظ فرمائے گائے نے سنتے ہی فوراً شیر کو اُگل دیا اور چلی گئی۔ (گلدستۂ کرامات)

تجربہ شاهد: من حیث الکرٰمۃ ایسے واقعات بعید از قیاس نہیں لیکن اب بھی یہ کرامَت آزمائی جاسکتی ہے کہ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ سے نسبت قوی نصیب ہو تو کتنا ہی بڑا ظالم جابر کتنا ہی زور لگائے غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے مرید کا بال بیکا نہیں کرسکے گا۔ بلکہ اسے خود وقت بتائے گا کہ وہ غوث

(۲۶)(مناقب سیدی عبد القادر الجیلانی رضی الله عنه . المنقبة السادس و الخمسون فی افتراس کلب ـــ . ۱/ ۹۳. پبلشر مطبع موریس ". الطبعة: ۱۸۸۳)

اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید کے ساتھ پنجہ آزمائی سے کتنا ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ فقیر کے اسلاف صالحین نے بھی اور فقیر نے بھی آزمایا آپ بھی آزمائیے۔

پیران پیر کی مدد: رَنجیت سنگھ کے وقت (دورِ حکومت) کی بات ہے کہ ایک ہندو کا ایک بدعقیدہ مسلمان ہمسایہ تھا، بدعقیدہ مسلمان ہندو کی عورت پر عاشق ہو گیا، ایک دن کا ذکر ہے کہ ہندو اپنی عورت کو لے کر سُسرال جانے کے لئے تیار ہوا بدعقیدہ (مذکور) کو بھی خبر ہو گئی اُس نے پیچھا کیا چنانچہ گھوڑا لے کر کسی جنگل میں جا کر اُنہیں گھیر لیا وہ لوگ (ہندو اور ہندوانی) پیدل تھے اُس کے پاس سواری تھی اُن دونوں کو مجبور کرنے لگا کہ سواری پر بیٹھ جاؤ، ہندو نے انکار کر دیا پھر کہنے لگا کہ عورت کو بٹھا دو، ہندو نے (اِس کا بھی) انکار کر دیا اور کہا کہ خواہ مخواہ سفر کی مُصیبت جھیل رہے ہو، ہندو کی عورت سے کہا عورت نے بھی انکار کر دیا، زیادہ تکرار (بحث) کے بعد ہندو بولا کہ تمہارا کیا بھروسہ ہے کہیں عورت کو لے کر نکل نہ جاؤ، اپنا کوئی ضامن (Guarantor) پیش کرو، بدعقیدہ (مذکور) نے کہا جنگل میں کون ضمانت دے گا۔ عورت نے کہا کہ جو تمہارا بڑا پیر گیارہویں والا ہے اُس کی ضمانت دے دو۔ بدعقیدہ مسلمان نے منظور کر لیا عورت اُسکے پیچھے بیٹھ گئی، بدعقیدہ (مذکور) نے اُس کے خاوند کا سر تلوار سے کاٹ کر گھوڑے کو دوڑایا، عورت پیچھے دیکھے جا رہی تھی، بدعقیدہ نے کہا کہ پیچھے کس کو دیکھتی ہے، خاوند تو تمہارا کٹ کر مر گیا ہے ہندو عورت نے کہا کہ میں بڑے پیر کو دیکھ رہی ہوں۔ اُس (بدعقیدہ) نے کہا کہ اُس بڑے پیر کو تو مَرے ہوئے کئی صدیاں گزر گئیں بھلا وہ کہاں آئے گا۔ تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھتا ہے کہ دو بُرقعہ پوش نمودار ہوئے ایک نے بدعقیدہ کا سر اُڑایا اور پھر عورت گھوڑا اور بُرقعہ پوش وہاں آئے جس جگہ ہندو کٹا پڑا تھا اُس کا سر دھڑ سے ملا کر "قُم بِاذنِ اللّٰہ" پڑھا اور وہ ہندو زندہ ہو گیا اور وہ دونوں بُرقعہ پوش غائب ہو گئے اور میاں بیوی دونوں بسلامت گھر لوٹ آئے۔ بدعقیدہ کے وارثوں نے گھوڑا پہچان کر رَنجیت سنگھ کی عدالت میں اِستغاثہ دائر کر دیا کہ ہمارا آدمی غائب ہے اور گھوڑا اُن کے پاس ہے ہمارا آدمی پیدا کریں یا اُنہوں نے مار ڈالا ہے۔ دونوں میاں بیوی نے واقعہ (جنگل کا) بیان کیا اور کہا کہ اُن بُرقعہ پوش میں سے ایک گل محمد نامی مَجذوب کی شکل کا تھا گل محمد شاہ کو بلوایا اُس نے ماجرا بیان کیا، رنجیت سنگھ نے مَجذوب اور میاں بیوی کو انعام دے کر چھوڑ دیا۔

(مقصدِ زندگی ص ۱۹۸۔۱۹۶ مصنفہ خورشید بیگم اَہلیہ شیخ نصیر الدین صاحب نمبر B/91 ماڈل ٹاؤن بی بہاولپور مصدقہ (شمس الحق افغانی دیوبندی سابق) شیخ التفسیر جامع اسلامیہ بہاولپور پاکستان)

نوٹ: اِس واقعہ کا تصدیق کنندہ دیوبندی فِرقہ کا ایک مُعتَمَد (معتبر) مولوی ہے ویسے اُصولی لحاظ سے ایسی کرامات کا انکار سوائے **مُعْتَزِلَہ** اور خَوارِج کے کسی کو نہیں ہو سکتا، اِس لئے کرامتِ اولیاءِ حق اسلام کا مُسلَّم ضابطہ ہے۔ ہمارے دَور کے بعض فِرقے صرف اپنے مَسلَکی تَعَصُّب سے انکار کر جاتے ہیں ورنہ اُنہیں اُصول کا انکار نہیں ہونا چاہیئے۔

حکایات وکرامات

ذیل میں بطورِ نمونہ محبوبانِ خدا کے چند واقعات و کرامات عرض کروں کہ جن کے منہ سے بات نکلی تو ہو کر رہی اور وہی تقدیر ٹلنے والا قاعدہ ہے جسے فقیر نے تفصیل سے اَوراقِ گُذشتہ میں بیان کیا۔

سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ : بایزید بُسطامی علیہ الرحمۃ کے علاقہ میں ایک فاحِشہ عورت جوانوں کو برائی کی طرف مائل کرنے کا دَھندا کررہی تھی، لوگوں نے اُس برائی کی روک تھام کے لئے عرض کیا تو آپ علیہ الرحمۃ اُس کے مکان پر تشریف لے گئے اور اُس کی مَطلوبہ رقم ادا کرکے اُس سے وقت طے کرلیا اور اُس کے پاس تشریف لے جاکر فرمایا: جیسے تو لوگوں سے پیسے لے کر اُن کی مرضی کا کام کرتی تھی اِسی طرح آج تجھے میری مرضی کا کام کرنا ہو گا۔ اُس نے کہا ٹھیک ہے۔ آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: اِس طرح طَہارَت کرو، دوسرا لباس پہنو اور جس طرح میں کروں اِس طرح تم بھی کرو، اِس کے بعد آپ علیہ الرحمۃ سر بَسُجود ہو گئے اور وہ بھی آپ علیہ الرحمۃ کی پیروی کرنے لگی، جب آپ علیہ الرحمۃ نے سر سجدے میں رکھا تو جنابِ حق تعالیٰ میں عرض کیا:

آنچہ کارم بود آخر کرد مش   از زنا سوئے نماز آورد مش

یعنی اے حق تعالیٰ جو میرا کام تھا وہ میں نے کر دیا اور اِس کو بدکاری کے بجائے نماز کی طرف لے آیا۔

بر درت آوردہ ام من اے خدا   قلبہا قلب طفیل مصطفٰے

یعنی اے خدا میں نے اِسے تیرے در پر حاضر کر دیا ہے، اب ہمارے مصطفٰی (علیہ الصّلوٰۃ والسلام) کے طُفیل تو اِس کا حال برائی کی بجائے بھلائی کی طرف کردے۔

اِس مناجات واِلتجا کے بعد جب آپ علیہ الرحمۃ نماز سے فارغ ہوئے تو اُس کی قلبی (دلی) کیفیت تبدیل ہو چکی تھی اور وہ توبۂ نَصوح کے بعد فاحِشہ سے ولیۂ کاملہ بن چکی تھی اور   ؎   نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

کی کرامت ظُہور پذیر ہو چکی تھی۔ (مثنوی شریف ملخصاً)

مائی مَستانی : ضلع ہوشیار پور کے قریبی گاؤں اڑبڑاں ٹانڈ کی مشہور ندی سے کچھ فاصلے پر ہی گاؤں کا وہ قبرستان تھا جہاں ایک زندہ ہستی موتو ا قبل ان تمُو توا پر عمل کرتے ہوئے جیتے جی مر کر آبسی تھی وہ کون تھی، کیا تھی، کہاں سے آئی تھی، اُس کا کیا نام تھا؟ گاؤں میں کسی کو معلوم نہ تھا، گاؤں والے اُسے کبھی ''مَستانی'' تو کبھی ''مائی جی'' کے نام سے یاد کرنے لگے وہ اُسے اپنے گاؤں کے لئے ایک بابرکت اور باعثِ رَحمَت ہستی خیال کرنے لگے اور اُن کا یہ خیال غلط بھی نہ تھا، جب سے وہ یہاں آکے بسی تھی ندی کے منہ زور سیلابی پانی نے گاؤں کا کبھی رُخ نہ کیا تھا جو اِس سے پہلے سال کے سال گاؤں میں داخل ہو کر اُن کی پُر سکون زندگیوں میں ہڑبونگ (افراتفری) مچا کر رکھ دیتا تھا۔

مائی مستانی سے چند قدم پر چڑھی ہوئی ندی کے کنارے ایک طَوائِف زَرق بَرق (چمکدار) لباس پہنے سراپا ناز بَنی ندی پار کرنے کے لئے کشتی کی مُنتظِر کھڑی تھی جو گاؤں والے اُس کے لئے لینے گئے تھے، وہ اُس گاؤں میں مُجرا کرنے آئی تھی کیونکہ اپنے علاقے کی شادی پر اپنے ناچ گانے سے گاؤں کے جوانوں کے دل گرمانے آئی تھی اور آج رات اُس نے اپنے سازِندوں (موسیقی کے آلات بجانے والوں) کی سَنگت میں اپنے فن سے قیامت ڈھانی تھی مگر اُسے نہیں پتہ تھا کہ اب اُس کی زندگی میں ایسی کوئی رات نہیں آئی تھی کہ وہ اپنے فن سے، اپنے حُسن سے اپنی بازاری اور مَصنوعی (بناوٹی) عَشوہ طرازیوں (نخروں) سے بجلیاں گرا سکے کیونکہ آج کچھ لمحے بعد خود اُس پر ایک عجیب وغریب ''قیامت'' بِیتنے والی تھی جس نے اُسے کسی اور دنیا میں پہنچا دینا تھا مگر وہ اُس ''قیامت''

سے بے خبر سراپاناز واِشتیاق بنے ندی سے پار دور دیکھ رہی تھی تا کہ اُسے بُلانے والے نظر آئیں مگر اُس سے پہلے کہ وہ اُسے نظر آئیں مائی مستانی کی نظر اُس پر پڑ گئی۔مائی مستانی نے قدرے حیرت سے دیہاتی ماحول سے بالکل ہی میل نہ کھانے والی اُس فیشن ایبل اور سراپا حُسن جواُن عورت اور اُسکے زَرق بُرق (چمکدار) لباس کو دیکھا اور پھر اپنی محرمِ راز (رازدار) چودہری مولا بخش نمبر دار کی بھولی لڑکی سے جو اِتّفاق سے مائی مستانی سے ملنے آئی ہوئی تھی مُخاطِب ہوتے ہوئے کہا مجھے تو یہ کوئی طَوائِف لگتی ہے دیکھو وہ اُس کے ساتھ مرد بھی ہیں جو طَبلے، سارنگیاں (ڈھول باجے) اُٹھائے ہوئے ہیں،ہاں سنا ہے کہ اگلے گاؤں کے چودہری کے گھر آج رات مُجرا ہونا ہے۔ بھولی لڑکی نے جواب دیا: مگر یہ بُری بات ہے۔ جہنم خریدنے والی بات یہ خود بھی جہنم کو جارہی ہے اور اپنے ساتھ دوسروں کو بھی اُسی طرف لے جارہی ہے ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ کہہ کر مائی مستانی نے نظریں اُس مُجرے پر آئی ہوئی طَوائِف پر گاڑدیں اور پھر ایک حیرت انگیز بات ہوئی۔ سراپاناز بنی طَوائِف نے دُور ندی کے پار سے نِگاہیں ہٹاکر قبرستان کی طرف دیکھا اور پھر اُس کی نظریں اچانک مائی مستانی کی نظروں سے ٹکرائیں،اُسے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی شُعلہ اُس کی نظروں کے سامنے کُودااور پھر اُس کے وجود میں داخل ہو گیا، جس کے بعد سے وہ بے خود سی ہو گئی اور مائی مستانی کی طرف بڑھنے لگی اور پاس آکر یک دَم مائی جی کے قدموں میں گر گئی،مائی جی نے پیار سے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا اور پھر کہنے لگی:"عورت ذات ہو کر تو مردوں میں ناچے کتنی بُری بات ہے، عورت کی تو آواز کو بھی پردہ ہے...... کُجا کہ (کہاں) وہ خود ہی بے پردہ اور بے حیا ہو جائے...... آئندہ سے ہماری بیٹی نہیں ناچے گی بلکہ ہمارے ساتھ ہی رہے گی"۔ہاں اب میں کہیں نہیں جاؤں گی، میں اب آپ ہی کے پاس رہوں گی مجھے تو زندگی میں پہلی دفعہ آپ کے قدموں میں سُکون ملاہے، کل کی طَوائِف اور آج کی بہترین ہستی نے بے اِختیار روتے ہوئے کہا اور پھر سازِندوں (موسیقی کے آلات بجانے والوں) سے مُخاطِب ہوتے ہوئے کہا:"اب تم یہاں سے چلے جاؤ، میں تم لوگوں کے اور تم لوگ میرے کام کے نہیں رہے" سازِندے (موسیقی کے آلات بجانے والے) حیران وپریشان جِدھر سے آئے تھے چلے گئے اور پھر "اڑبڑاں مانڈے" کے دیہاتیوں نے دوسرے دن دیکھا کہ مائی مستانی کے ہمراہ ایک اور مستانی بھی قبرستان میں بیٹھ گئی ہے جو مائی مستانی کی طرح عالَمِ تَحَیُّر [67] میں خاموش بیٹھی خَلاؤں میں گُھورتی رہتی ہے۔ہاں مائی مستانی نے اپنا ایک جانشین ڈھونڈ لیا تھا۔

(ماخوذ.ماہنامہ رضائے مصطفی گوجرانوالہ)

فائدہ: اِسی کو کہتے ہیں: نگاہِ ولی میں وہ تاثیر دیکھی بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

یادرہے کہ اَبدال [68] جیسے مَردوں میں ہوتے ہیں ایسے ہی عورتوں میں بھی۔ تفصیل و تحقیق دیکھیئے فقیر کی تصنیف"ظھورا لابدال(عربی)اور جامع الکمال فی احوال الابدال(اردو)(ملاحظہ فرمائیں)۔"

---

(٦٧) تصوف کے تناظر میں "عالَمِ تحیُّر" ایک نہایت گہرے مفہوم کی حامل اصطلاح ہے، جو انسانی شعور کی اس حالت کو بیان کرتی ہے جہاں سالک (روحانی مسافر) حق تعالیٰ کی معرفت یا حقیقتِ کُبریٰ کے مشاہدے کے دوران حیرت اور تعجب کی کیفیت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ کیفیت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب انسانی عقل اور ادراک حقیقتِ الٰہی کے لامحدود وسعتوں کو سمجھنے سے قاصر رہتا ہے، اور سالک اپنی عاجزی کا شعور کرتے ہوئے حیرانی میں ڈوب جاتا ہے۔ امام غزالی اپنی کتاب "احیاء علوم الدین" میں فرماتے ہیں: تحیُّر ایک ایسی کیفیت ہے جو قربِ الٰہی کی طلب میں شدت کے وقت ظاہر ہوتی ہے۔ یہ کیفیت انسان کو اپنی محدودیت کا ادراک دلاتی ہے اور خدا کے لامحدود علم اور قدرت کے سامنے عاجز کر دیتی ہے۔"

(٦٨) تصوف میں ابدال کو ان روحانی شخصیات میں شمار کیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی زمین پر دین کی ترویج اور امن و سلامتی قائم رکھنے کے لیے مقرر ہیں۔ یہ لوگ اللہ کے ولی ہوتے ہیں اور اپنی روحانی طاقت کے ذریعے لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ شیخ عبد القادر جیلانی نے "ابدال" کو ان برگزیدہ بندوں میں شمار کیا ہے جو اللہ کی طرف سے اپنے اعمال اور کردار کی بدولت زمین پر روحانی رہنمائی کے لیے منتخب کیے جاتے ہیں۔

منکرین کا غلط سَلَط طریقے سے انکار ہی انکار ہے مثلاً اُنکا ایک اِعتراض یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر اَنبیاء و اولیاء تقدیر ٹالنے کی قُدرَت رکھتے ہیں تو خود مَصائِب و مشکلات میں کیوں مبتلا رہتے ہیں یا اپنے مَقاصِد میں کامیاب نہیں ہوتے۔ بعض ایسے بے باک واقعہ ہوئے ہیں کہ اَوروں کی کیا بات ہے خود نبی پاک ﷺ نرینہ اولاد سے محروم رہے (معاذ اللہ) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی آرزو پوری نہ کر سکے، ابو طالِب کو نہ بچا سکے، امام حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا میں کام نہ آئے، خود اُحد و حُنین وغیرہ میں کُفّار و مُشرکین کے حَملوں سے نہ بچ سکے اور ساتھ ہی ایک عقلی ڈھکوسلے سے عوام کو بہکاتے ہیں کہ جو ڈاکٹر حکیم اپنی بیماری نہیں دُور کر سکتا وہ دوسروں کا کیا علاج کریگا۔ جو (معاذ اللہ) خود گمراہ ہو وہ دوسروں کو کیا راہ دکھائیگا وغیرہ وغیرہ۔

جواب: اللہ والوں کو اپنے اوپر قیاس کرنا اِبلیسی شیوہ (عادت) ہے اُنکی کیفیت ہمارے اَحوال سے جدا ہے اُنہیں اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی میں اپنی راحَت وسکون قربان کرنے میں مزہ آتا ہے جیسے نفس کے بندے اپنی منوانے میں خوش ہوتے ہیں وہ اِس سے بڑھ کر دُکھ اور رَنج اور دُکھ تکلیف پہونچنے سے خوش ہوتے ہیں اور ہم اپنی نفسانیّت کو مدِّ نظر رکھتے ہیں وہ قضائے رَبّانی اور تقدیرِ یَزدانی (الٰہی) کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ خلقِ خدا کے معاملات میں تو اللہ تعالیٰ سے تو کہہ اُٹھتے ہیں مگر جب اپنی باری آتی ہے تو سر تسلیم خم ہے جو مِزاجِ یار میں آئے۔

اِس موضوع پر بے شمار دَلائِل قائم کئے جاسکتے ہیں صرف چند نمونے ملاحظہ ہوں:

قرآن: اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

(۱) وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (پارہ۲، سورۃ البقرۃ، اٰیت۱۵۵)

ترجمہ: اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سنااُن صبر والوں کو، کہ جب اُن پر کوئی مُصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اُسی کی طرف پھرنا۔

فائدہ: اِس آیت کریمہ کے تحت امام اسماعیل حقّی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: (اس ابتلاء یعنی امتحان کا مطلب یہ ہے کہ) کیا تم مُصیبت پر صبر کرتے ہو اور قضا کو قبول کرتے ہو یا نہیں یہ گنہگار اور فرمانبردار میں فرق ظاہر کرنے کے لئے ہے۔[۲۹] (روح البیان، ص ۲۶۰)

(۲) اولیاءِ کرام اللہ تعالیٰ کے محبوب و مقبول بندے ہیں، اِس لئے اللہ تعالیٰ اُنہیں تکالیف و مَصائِب میں ڈال کر امتحان لیتا ہے کہ کیا وہ میری قضا پر راضی ہیں یا نہیں، اگر راضی ہیں تو اُن کیلئے عظمت کو بیان کیا، فرمایا: رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ۔ (پارہ۷، سورۃ المآئدۃ، اٰیت۱۱۹)

ترجمہ: اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔

جب بندے اپنے خالِق ومالِک محبوب کی قَضاء پر راضی ہو جاتے ہیں تو وہ بھی اپنے بندوں سے راضی ہو جاتا ہے۔

---

(۲۹) (روح البیان، سورت البقرۃ تحت آیت ۱۵۵، ۱/ ۲۶۰، دار الفکر بیروت)

رضا کی تلاش: حضرت داتا گنج بخش، امام غزالی اور حضرت غوثِ اعظم سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہم نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی: إلهي دلني على عمل إذا عملته رضيت عني۔

یعنی اے اللہ مجھے ایسا عمل بتادے جس کے کرنے سے تو مجھ سے راضی ہو جائے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ تو اِسکی طاقت نہیں رکھتا تو موسیٰ علیہ السلام سجدہ میں گر گئے اور گریہ وزاری کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی طرف وحی کی: یا اِبنِ عمران! ان رضای في رضاك بقضائی۔

یعنی اے عمران کے بیٹے میری رضا میری قضا پر تیرے راضی ہونے میں ہے۔[70]

(کشف المحجوب فارسی ص۱۳۹، احیاء العلوم ص ۳۴۵ ج ۴ غنیۃ الطالبین ص۱۹۷ ج ۲)

اِس واقعہ کے بیان کے بعد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

یعنی چوں بندہ بقضا ہائے حق تعالی اراضی باشد علامت آن آن بود کہ خدا وند تعالی از شیرراضی است ۔[71]

(کشف المحجوب ص۱۳۹)

یعنی جب بندہ قضائے الٰہی پر راضی ہو جائے تو یہ اُس بات کی علامت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس سے راضی ہے۔

اَحادیث مبارکہ:

حضور سرور کائنات فخر موجودات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: إن الله تعالى إذا أحب عبدًا ابتلاه، وإذا ابتلاه صبره۔[72]

یعنی بیشک جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو محبوب بناتا ہے تو اُسے کسی مُصیبت میں مبتلا کرتا ہے اور وہ اُس پر صبر کرتا ہے۔(غنیۃ الطالبین)

نیز فرمایا: ما أوذي نبی مثل ما أوذيت[73] (روح البیان)

یعنی جو مجھے تکلیف دی گئی ہے وہ کسی نبی کو تکلیف نہیں دی گئی۔

نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا صحابہ سے سوال: نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صحابہ کرام کے ایک گروہ سے پوچھا کہ تم کیا ہو؟ صحابہ نے عرض کی: ہم مومن ہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پوچھا: تمہارے ایمان کی کیا علامَت ہے؟ صحابہ نے عرض کی: ہم مُصیبت کے وقت صبر اور تنگی کے وقت شکر اور قضائے الٰہی کے موقعوں پر راضی ہوتے ہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ربِ کعبہ کی قسم تم مومن ہو۔[74] (احیاء العلوم ج ۴ ص ۳۴۴)

---

(۷۰)(الغنية لطالبي طريق الحق عز وجل، باب المجاهدة والتوكل، (فصل) وأما الرضا، ۲/ ۳۲۰، دار الكتب العلمية، الطبعة: الأولى، ۱۴۱۷ھ ۱۹۹۷م)

(۷۱)(کشف المحجوب، ۱/ ۱۳۹، شیخ الهی بخش محمد جلال الدین، اشاعت ۱۹۲۳ء)

(۷۲)(الغنية لطالبي طريق الحق عز وجل، باب المجاهدة والتوكل، (فصل) وأما الصبر، ۲/ ۳۲۶، دار الكتب العلمية، الطبعة: الأولى، ۱۴۱۷ھ ۱۹۹۷م)

(۷۳)(روح البیان، سورت البقرۃ تحت آیت ۱۵۵، ۱/ ۲۶۱، دار الفکر بیروت)

(۷۴)(إحياء علوم الدين، كتاب المحبة والشوق والأنس والرضا، بيان فضيلة الرضا، ۴/ ۳۴۴، دار المعرفة بيروت)

حضرت یوسف علیہ السلام کا امتحان: علامہ محمد جزری دمشقی نے فرمایا کہ حضرت جبریل امین (علیہ السلام) حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا اے یوسف حق سبحانہ' وتعالیٰ آپ کو سلام کہتا اور کہتا ہے کہ کیا مجھ سے حیا نہیں کرتا کہ تو میرے سوا کسی کے ساتھ مشغول ہو جائے؟ میری عِزت وجلال کی قسم میں تجھے کچھ سال کیلئے قید میں ڈال کر آزمانے والا ہوں تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا: اے جبریل (علیہ السلام)! کیا وہ مجھ سے راضی ہے تو جبریل (علیہ السلام) نے کہا: ہاں وہ آپ (علیہ السلام) سے راضی ہے تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا: مجھے کوئی پرواہ نہیں[۷۵] (کہ وہ مجھے قید میں ڈال کر آزمائے) (الزھر الفائح ص ۴۰ مصری)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقام: نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اے ابوبکر اللہ تعالیٰ نے تجھے بخش دیا کیا تو بیمار نہیں ہوتا، کیا تجھے مُصیبت نہیں پہنچتی کیا تو صبر نہیں کرتا، کیا تو غمگین نہیں ہوتا تو یہ گناہ کا بدلہ بن جاتے ہیں۔"[۷۶] (غنیة الطالبین)

فرمانِ علی رضی اللہ عنہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: من ضرب بیدہ علی فخذہ عند مصیبة فقد حبط اجرہ۔[۷۷]

یعنی جس شخص نے مُصیبت کے وقت اپنا ہاتھ اپنی ران پر مارا اُس کا ثواب ضائع ہو گیا۔

امامِ حَسن رضی اللہ عنہ کو اِرشادِ نبوی ﷺ:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت امام حسن سے فرمایا:

یا بنی علیك بالقنوع تكن من اغنى الناس وأداء الفرائض تكن من اعبد الناس یا بنی ان في الجنة شجرة یقال لها شجرة البلوى یؤتى بأهل البلاء یوم القیامة فلا ینشر لهم دیوان ولا ینصب لهم میزان یصب علیهم الاجر صبا ثم قرأ انما یوفى الصابرون أجرهم بغیر حساب۔[۷۸]

یعنی اے بیٹے تجھ پر قناعت لازم ہے، لوگوں سے بے پرواہ ہو جا اور تجھ پر فرائض کا ادا کرنا لازم ہے، لوگوں سے زیادہ عبادت کرنے والا ہو جا، اے بیٹے جنّت میں ایک درخت ہے جسے شجرۃ البلویٰ کہا جاتا ہے وہ قیامت کے دن مُصیبت والوں کو دیا جائے گا۔

اُن کے دفتر (نامۂ اعمال) جانچ پڑتال نہ کئے جائیں گے اور نہ اُن کے لئے میزان رکھی جائے گی، اُن پر خُوب ثواب نچھاور کیا جائے گا پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔ (پارہ ۲۳، سورۃ الزمر، آیت ۱۰)

ترجمہ: صابروں ہی کو اُن کا ثواب بھرپور دیا جائے گا بے گنتی۔

---

(۷۵) (الزھر الفائح, إحذر غضب الله, ۱/ ۷۷, دار الكتب العلمية, الطبعة: الأولى, ۱۴۰۶ھ ۱۹۸۶م)

(۷۶) (الغنية لطالبي طريق الحق عز وجل, باب المجاهدة والتوكل, (فصل) وأما الصبر, ۲/ ۳۲۴, دار الكتب العلمية, الطبعة: الأولى, ۱۴۱۷ھ ۱۹۹۷م)

(۷۷) (روح البیان, سورت البقرة تحت آیت ۱۵۵, ۱/ ۲۶۱, دار الفكر بيروت)

(۷۸) (روح البیان, سورت البقرة تحت آیت ۱۵۵, ۱/ ۲۶۱, دار الفكر بيروت)

فرمانِ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ:

حضرت امیر المومنین امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے حضرت غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اُس قول کے متعلق پوچھا جو اُنہوں نے کہا ہے: الفقر أحب إلي من الغنى، والسقم أحب إلي من الصحة۔

یعنی فقیری میرے نزدیک تونگری (امیری) سے اور بیماری تندرستی سے بہتر ہے۔

تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوذر پر رَحمت فرمائے، میں تو کہتا ہوں:

من اتكل على حسن اختيار الله له لم يتمن أنه في غير الحالة التي اختار الله له۔[۷۹]

یعنی جس نے اپنے متعلق حق تعالیٰ کے اِختیار کی خوبی کو آنکھ اُٹھا کر دیکھ لیا ہے وہ اُس اَمر کے سوا جو اللہ تعالیٰ نے اُس کے لئے اِختیار فرمایا ہے کسی اور اَمر کی تمنا کرتا ہی نہیں۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اِس کے بعد فرمایا:

چوں بندہ اِختیار حق بد ید واز اِختیار خود اعراض کرد ازہمہ اندوہابری است و این معنی اندر غیبت درست نیاید کہ ایست حضور با میلان الرضا للاحزان نافية والغفلة معالجة شافية مضار۔[۸۰] (کشف المحجوب فارسی ص ۱۳۸)

یعنی جب بندہ نے حق تعالیٰ کے اِختیار کو دیکھ لیا (اور) اُس نے اپنے اِختیار سے رُوگردانی کرلی (اعراض کیا) تو وہ غم واَلَم سے چھوٹ گیا اور یہ بات حق تعالیٰ سے دُوری میں دُرُست نہیں ہوتی کیونکہ اُس کے لئے حق تعالیٰ کے حُضور (سامنے حاضر ہونے) کی ضرورت ہے کیونکہ قضائے الٰہی سے راضی ہونا غموں کو دُور کرنے والی اور غفلت سے نَجات کی شافی (شفابخش) دوا ہے۔

فرمانِ امام غزالی: حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی رَحمَۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

أن الرضا ثمرة من ثمار المحبة وهو من أعلى مقامات المقربين۔[۸۱] (احیاء العلوم ج ۴ ص ۳۴۳)

یعنی بے شک قَضاءِ الٰہی پر راضی ہونا محبت کے پھلوں سے ایک پھل ہے اور یہ مُقرَّبین کے اعلیٰ مقامات سے ایک مقام ہے۔

فرمانِ امام رَبّانی: حضرت امام رَبّانی مُجدِّدِ الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

(۷۹)(الغنية لطالبي طريق الحق عز وجل، باب المجاهدة والتوكل، (فصل) وأما الرضا، ۲/ ۳۳۱، دار الكتب العلمية، الطبعة: الأولى، ۱۴۱۷ھ ۱۹۹۷م)

(۸۰)(کشف المحجوب، ۱/ ۱۳۸، شيخ الهى بخش محمد جلال الدين، اشاعت ۱۹۲۳ء)

(۸۱)(إحياء علوم الدين، القول في معنى الرضا بقضاء الله تعالى وحقيقته، ۴/ ۳۴۳، دار المعرفة بيروت)

"صبر وتَحَمُّل کرنا چاہیئے اور قضاءِ الٰہی پر راضی ہونا چاہیئے"۔[۸۲] (مکتوب ۲۹۹ دفتر اول)

فائدہ: معلوم ہوا کہ قضائے الٰہی پر صبر کرنا اور اُس سے راضی ہونا مُقرّبین کے اَعلیٰ مقامات سے ایک مقام ہے تو مقبولانِ الٰہی اپنے مَحبوبِ حَقیقی کی قَضا کو دُور کرنے کے لئے کبھی تمنّا نہیں کرتے، یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے نواسۂ عالی مقام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادَت کی خبر دی مگر اُس سے بچ جانے کے لئے دعا نہ کی کیونکہ مقامِ شَہادَت ایک اَعلیٰ مقام ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کچھ کرسکتے تو اپنے نواسے کو بچا لیتے، یہ اُن کی شَہادَت کے مقام سے غافل ہونے کی دلیل ہے اور حدیث پاک میں ہے: لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ[۸۳]

یعنی ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے۔

معلوم ہوا کہ نبی مکرّم ﷺ نے مُستجاب الدعوات ہونے کے باوُجود کربلائے مُعلّٰی میں نواسے پر وارد ہونے والی مُصیبت کے رَفع (دُور ہونے) کیلئے دعا نہ کی مگر نواسے کی محبت کی وجہ سے آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ حضرت ام الفضل بنتِ حارثہ رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ میں ایک روز رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو (حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ) کو آپ ﷺ کی گود میں دیکھا پھر میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی دونوں آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی یا نبی اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ کیا حال۔ فرمایا: جبریل میرے پاس آئے اور مجھے یہ خبر دی کہ عنقریب میری اُمّت میرے اِس فرزند کو شہید کرے گی۔ میں نے کہا: اِس کو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں وہ میرے پاس اِس کے شہید ہونے کی جگہ کی سرخ مٹی لائے ہیں۔[۸۴] (مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۲)

اِسی طرح حضرت شیخ عبد الحق مُحدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ما ثبت من السنۃ میں حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے آپکی شَہادَت کی خبر روایت کی ہے، گویا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شَہادَت کی خبر صحابہ کرام میں شُہرت سے تھی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اِس مُصیبت سے بچنے کی دعا نہ کی۔ بہر حال آپ کے نانا جان نبی مکرم سید الاَنبیاء ﷺ اور آپ سیدِ شبابِ اَہلِ جنّت (جنّتی جوانوں کے سردار) ہیں اِس لئے محبتِ الٰہی کے تقاضا کے پیشِ نظر اِس مُصیبت کے وارِد ہونے کے وقت جَزَع وفَزَع (خوف اور بے صبری کی کیفیت) اور رونے پیٹنے کا تَصَوُّر بھی نہیں کیا جاسکتا، یہی راستہ اولیاءِ کرام کا ہے کہ خُود محبتِ اِلٰہی میں راضی بقَضاء ہیں، اِس لئے اللہ تعالیٰ نے اُنہیں زمین میں اپنا خلیفہ بنایا ہے اور خلیفہ نائب کو کہا جاتا ہے، اِس لئے وہ صاحِبِ تَصَرُّف (صاحبِ اختیار)[۸۵] ہوتے ہیں اور اُمور میں تَصَرُّف کرتے ہیں اور محبوبِ حقیقی کی طرف سے بھیجی جانے والی مُصیبت میں رہ کر لذّت حاصل کرتے ہیں۔ چند واقعات ملاحظہ ہوں:

---

(۸۲)(مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی، مکتوب نمبر ۲۹۹، ۴۳۲/۱، شبیر برادرز، اشاعت ۲۰۰۷ء)

(۸۳)(صحيح البخاري، كتاب الدعوات، باب: لكل نبي دعوة مستجابة، ٥ / ٢٣٢٣، الحديث ٥٩٤٤، (دار ابن كثير، دار اليمامة)— دمشق، الطبعة: الخامسة ١٤١٤ هـ م)

(۸۴)(مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، بَابِ مَنَاقِبِ أَهْلِ، ٣ / ١٧٤١، الحديث ٦١٨٠، المكتب الإسلامي، الطبعة: الثالثة، ١٩٨٥)

(۸۵)(صاحبِ تصرف کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی روحانی قوت حاصل ہوتی ہے کہ وہ اللہ کی اجازت سے کائناتی امور میں مداخلت کرسکتا ہے۔ ان کا تصرف اللہ کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے اور یہ اللہ کی قدرت کا ہی ایک مظہر سمجھا جاتا ہے۔

ایک بُزرگ کا واقعہ: حضرت بِشر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے راستہ میں ایک ایسے شخص کو دیکھا جو اندھا، مجذوم[٨٦] اور مجنون (پاگل) تھا راستہ میں گرا پڑا ہے اور چیونٹیاں اُس کا گوشت کھا رہی ہیں۔ میں نے اُس کا سر اٹھایا اور گود میں رکھ کر اُس سے کلام کرنے لگا جب اُسے ہوش آیا تو کہنے لگا کہ یہ کون بیہودہ شخص ہے جو میرے اور میرے رب کے درمیان خَلَل ڈال رہا ہے اگر میرا رب میرے ٹکڑے ٹکڑے اور بوٹی بوٹی کر دے تب بھی میری محبت اپنے رب سے زیادہ ہو گی۔[٨٧] (احیاء العلوم ج ۴ ص۳۴۸)

عمران بن حصین: حضرت عمران بن حصین رحمۃ اللہ علیہ کا پیٹ پھول گیا تھا، جس کی وجہ سے آپ تیس (۳۰) سال تک اپنی پُشت پر لیٹے رہے نہ کھڑا ہو سکتے اور نہ ہی بیٹھ سکتے تھے، اُن کی چارپائی میں ایک سوراخ کر دیا گیا تاکہ اُس سے قضائے حاجت کرتے رہیں۔ ایک دن حضرت مطَرِّف اور اُن کے بھائی حضرت علاء رحمہما اللہ تعالیٰ اُنکے پاس گئے اور اُنکی حالتِ زار دیکھ کر رونے لگے تو آپ نے پوچھا تم کیوں روتے ہو؟ اُنہوں نے عرض کیا کہ آپ کی اِس مُصیبت کو دیکھ کر رونا آتا ہے۔ فرمایا: رونے کی ضرورت نہیں جو میرے رب کو پسند ہے وہ مجھے پسند ہے پھر فرمایا کہ میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں مگر وہ میرے مرنے سے پہلے کسی کو نہ بتانا۔ فرمایا: فرشتے میرے پاس آتے ہیں اور مجھے سلام دیتے ہیں اور میں اُن کا سلام سنتا ہوں اور مجھے تسلی دیتے ہیں۔

(احیاء العلوم ج ۴ ص۳۴۹)

اِس واقعہ کے بعد امام غزالی علیہ رحمۃ نے فرمایا: فمن يشاهد هذا في بلائه كيف لا يكون راضياً به۔[٨٨]

یعنی پس جو شخص اپنی مُصیبت میں یہ (فرشتوں اور سلام) کا مشاہدہ کرے تو وہ کیسے قضا کے ساتھ راضی نہ ہو گا۔ (احیاء العلوم)

یعنی جو شخص اپنے امتحان میں خدائی انعام دیکھ لیتا ہے وہ قضاءِ الٰہی کے ساتھ راضی ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے وہ اُس سے نجات کی دعا نہیں کرتا، اِس لئے سعد بن وقاص نے بھی اپنی آنکھوں کی بینائی سے قضا کو اچھا فرمایا۔ چنانچہ

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ: امام غزالی نقل فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مکہ مکرمہ میں تشریف لائے تو اُس وقت آپ کی آنکھوں کی بینائی چلی گئی تھی۔ آپ مُستجاب الدَعوات تھے، آپ کو دیکھتے ہی لوگ آپ کی طرف دوڑے ہر ایک نے درخواست کی کہ آپ میرے لئے دعا فرمائیں، آپ ہر ایک کے لئے دعا فرمانے لگے۔

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اُن دنوں ابھی کم سِنی (بچپن میں) تھا، آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی پہچان کرائی، آپ نے مجھے پہچان لیا اور فرمایا کہ تم اَہلِ مکہ کے قاری ہو۔ میں نے کہا: ہاں۔ پھر میں نے کہا: چچا جان آپ لوگوں کیلئے دعائے خیر فرماتے ہو اور اپنے لئے دعا نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بینائی عطا فرمائے۔ آپ میری بات سُن کر مسکرائے اور فرمایا: میرے بیٹے!

---

(٨٦) "جذام" ایک متعدی بیماری ہے جو جلد، اعصاب، اور دیگر جسمانی حصوں کو متاثر کرتی ہے۔

(٨٧) إحياء علوم الدين، كتاب المحبة والشوق والأنس والرضا، بيان حقيقة الرضا وتصوره فيما يخالف الهوى، ۴/ ۳۴۸، دار المعرفة بيروت

(٨٨) إحياء علوم الدين، كتاب المحبة والشوق والأنس والرضا، بيان حقيقة الرضا وتصوره فيما يخالف الهوى، ۴/ ۳۴۹، دار المعرفة بيروت

قَضاءُ اللّٰه سبحانه عندي أحسن من بصري۔ [89] (احیاء العلوم ج ۴ ص ۳۰)

یعنی اللہ سبحانہ کی قضا میرے نزدیک میری بینائی سے بہت اچھی ہے۔

معلوم ہوا کہ عام لوگوں کا حاجتیں لیکر کسی مقبول بارگاہِ الٰہی میں جانا صحابہ و تابعین کرام رضوان اللہ علیہم کا طریقہ ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مُقرَّب و مقبولانِ بارگاہ خود قضا کے ساتھ راضی رہ کر قُرب کی لذّتیں حاصل کرتے ہیں بلکہ یہ تکلیف اُن کو محسوس تک نہیں ہوتی، جیسا کہ مصر میں عورتوں نے حسنِ یوسف کو دیکھا تو ہاتھ کاٹ لئے مگر تکلیف محسوس نہ ہوئی۔

اِس ضمن میں بھی امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ نقل کیا ہے۔

حضرت سہل رحمۃ اللّٰہ علیہ: حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسی بیماری میں مبتلا تھے کہ جس کا علاج وہ جانتے تھے، دوسرے لوگوں کی اُس بیماری کا علاج کیا کرتے تھے مگر اپنی بیماری کا علاج نہیں کرتے تھے۔ کسی نے پوچھا حضرت آپ اُس بیماری کا علاج لوگوں کا کرتے ہو اور اپنا علاج کیوں نہیں کرتے حالانکہ آپ خود اِس بیماری میں مبتلا ہیں؟ فرمایا: اے دوست: ضرب الحبیب لا یوجع۔ [90]

یعنی دوست کی مار سے درد نہیں ہوتا۔ (احیاء العلوم ص ۳۴۷ ج اول)

محبوب کی طرف سے دی گئی تکلیف میں لذّت ہوتی ہے اِس لئے وہ بھی محبوب محسوس ہوتی ہے۔

رضا کی علامَت: حضرت رابعہ عدویہ رحمہا اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا کہ

متى يكون العبد راضيًا بالقضاء۔ فقالت رحمها الله تعالى: إذا سر بالمصيبة كما يسر بالنعمة۔ [91]

یعنی بندہ قضائے الٰہی کے ساتھ کب راضی ہوتا ہے۔

تو آپ نے کہا کہ یعنی جب وہ شخص مُصیبت کے ساتھ ایسے خوش رہے جیسے وہ نعمت کے ساتھ خوش رہتا ہے۔ (غنية الطالبين)

اِن مقبولان کے متعلق حدیثِ قُدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ۔ [92] (مشكوٰة)

یعنی اگر وہ مجھ سے کوئی سوال کرے تو میں اُس کو ضرور عطا کرتا ہوں اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں اُسے پناہ دیتا ہوں۔

---

(۸۹) (إحياء علوم الدين، كتاب المحبة والشوق والأنس والرضا، بيان حقيقة الرضا وتصوره فيما يخالف الهوى، ۴/ ۳۵۰، دار المعرفة بيروت)

(۹۰) (إحياء علوم الدين، كتاب المحبة والشوق والأنس والرضا، بيان حقيقة الرضا وتصوره فيما يخالف الهوى، ۴/ ۳۴۷، دار المعرفة بيروت)

(۹۱) (الغنية لطالبي طريق الحق عز وجل، باب المجاهدة والتوكل، (فصل) وأما الرضا، ۲/ ۳۳۱، دار الكتب العلمية، الطبعة: الأولى، ۱۴۱۷ھ ۱۹۹۷م)

(۹۲) (مشكاة المصابيح، كتاب الدَّعْوَات، بَابُ ذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالتَّقَرُّبِ إِلَيْهِ، ۲/ ۶۹۹، الحديث ۲۲۶۶، المكتب الإسلامي، الطبعة: الثالثة، ۱۹۸۵)

اور اُن کے مقبولانِ الٰہی کے متعلق ہی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وَ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ۔ [۹۳] (صحیح البخاری، صحیح مسلم)

یعنی اگر وہ اللہ پہ قسم اٹھالیں تو اللہ تعالیٰ اُسی طرح کر دیتا ہے۔

یہاں یہ تَصَوُّر کرنا بالکل غلط ہے کہ اُن کے چاہنے سے کچھ نہ ہو گا۔ حضرت خِضَر علیہ السلام نے فرمایا:

فَاَرَدْنَاۤ اَنْ یُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَیْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا۔ (پارہ۱۶، سورۃ الکھف، اٰیت۸۱)

ترجمه: تو ہم نے چاہا کہ اُن دونوں کا رب اُس سے بہتر ستھرا اور اس سے زیادہ مہرؔبانی میں قریب عطا کرے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو ایک نیک بیٹی عطا کی جو ایک پیغمبر کے نکاح میں آئی اور اُس کی اولاد سے ستر نبی پیدا ہوئے۔

تَبْصِره اویسی غُفِرَلَه: یہ آیت بتاتی ہے کہ محبوبانِ خدا کے چاہنے سے سب کچھ ہو تا ہے جیسا کہ حضرت خِضَر علیہ السلام نے چاہا کہ اُن خدا کے بندوں کو نوازشات سے مالا مال فرمائے چنانچہ اسی طرح ہوا جیسے اُنہوں نے چاہا۔

یہ وہی قِصّہ خِضَر و موسیٰ (علیٰ نبینا و علیہما السلام) جو سورۃ الکہف میں مُفَصَّل ہے یہ جملہ موسیٰ علیہ السلام کے سوال پر خِضَر علیہ السلام نے بیان فرمایا:

موسیٰ علیه السلام: قرآن میں ہے:

فَانْطَلَقَا حَتّٰۤى اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِیَّةًۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا نُّكْرًا۔ (پارہ۱۵، سورۃالکھف، اٰیت۷۴)

ترجمه: پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک لڑکا ملا اُس بندہ نے اُسے قتل کر دیا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا تم نے ایک سُتھری جان، بے کسی جان کے بدلے قتل کر دی؟ بیشک تم نے بہت بُری بات کی۔

فائده: یہ اُن دونوں کے اُس حال کا بیان ہے کہ جب کشتی سے اُتر کر ایک مقام پر گزرے جہاں لڑکے کھیل رہے تھے جو اُن میں خوبصورت تھا اور حدِّ بُلوغَت کو نہ پہونچا تھا بعض مُفَسِّرین نے کہا جوان تھا چونکہ یہ ایک سَنگین واردات تھی موسیٰ علیہ السلام سے رہا نہ گیا سوال کر ڈالا جو آیت میں مذکور ہے۔

جوابِ خِضَر علیه السلام: حضرت خِضَر علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا اُسکا ذکر قرآن میں ہے:

وَ اَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَیْنِ فَخَشِیْنَاۤ اَنْ یُّرْهِقَهُمَا طُغْیَانًا وَّ كُفْرًا ۔ فَاَرَدْنَاۤ اَنْ یُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَیْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّ اَقْرَبَ رُحْمًا ۔ (پارہ۱۶، سورۃ الکھف، اٰیت۸۰ تا ۸۱)

ترجمه: اور وہ جو لڑکا تھا اُس کے ماں باپ مسلمان تھے تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ اُن کو سرکشی اور کفر پر چڑھاوے تو ہم نے چاہا کہ اُن دونوں کا رب اُس سے بہتر ستھرا اور اُس سے زیادہ مہربانی میں قریب عطا کرے۔

تَبْصِره اویسی غُفِرَلَه: خِضَر علیہ السلام کا علمِ لَدُنّی تھا اور وہی علمِ غیب ہے آپ علیہ السلام نے قتل کرنے کی وجہ بتائی کہ والدین اُس کی محبت میں دین سے پھر جائیں اور گمراہ ہو جائیں اور حضرت خِضَر علیہ السلام کا یہ اندیشہ اِس سبب سے تھا کہ وہ بہ اِعلامِ الٰہی (اللہ تعالیٰ کے آگاہ کرنے سے) اُس کے حالِ باطن کو

(۹۳) صحیح مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها، الباب النار یدخلها الجبارون والجنة یدخلها الضعفاء، ۴ / ۲۱۹۰، الحدیث ۲۸۵۳، دار إحیاء التراث العربي

جانتے تھے۔ حدیثِ مسلم میں ہے کہ یہ لڑکا کافر ہی پیدا ہوا تھا۔ امام سُبُکی نے فرمایا کہ حالِ باطن جان کر بچّے کو قتل کر دینا حضرت خِضَر علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے اُنہیں اِس کی اِجازت تھی اگر کوئی ولی کسی بچّے کے ایسے حال پر مُطّلع ہو تو اُس کو قتل جائز نہیں ہے۔ **کتاب عراض** میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خِضَر علیہ السلام سے فرمایا کہ تم نے ستھری جان کو قتل کر دیا تو یہ اُنہیں گراں گزرا اور اُنہوں نے اُس لڑکے کا کندھا توڑ کر اُس کا گوشت چیرا تو اُسکے اندر لکھا ہوا تھا کافر ہے کبھی اللہ پر ایمان نہ لائے گا۔[۹۴] (جمل)

فائدہ: جو والدین کیساتھ طریقِ ادب وحُسنِ سلوک اور مُوَدَّت و محبت رکھتا ہو اُس کے لئے دنیا و آخرت دونوں کی بھلائیاں ہیں۔

مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ایک بیٹی عطا کی جو ایک نبی کے نکاح میں آئی اور اُس سے نبی پیدا ہوئے جنکے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے ایک اُمّت کو ہدایت دی بندے کو چاہیے کہ اللہ کی قَضاء پر راضی رہے اُس میں بہتری ہوتی ہے۔[۹۵] (خزائن العرفان)

اِنْتِباہ: بات دُور چلی گئی، طویل بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ تقدیر ٹالنا اور بات ہے سرِ تسلیم خم کرنا شے دیگر (دوسری چیز) ہے۔ اَنبیاء و اولیا علیٰ نبینا و علیہم السلام کے نزدیک مرغوب (پسندیدہ) و محبوب امر سرِ تسلیم خم اور اِسی سے ہی اللہ کا قُرب نصیب ہوتا ہے باقی رہا اُن کا اَسباب پر عمل، یہ بھی حکم رَبّانی کے مطابق ہے اور وہ یہی درس دیتے ہیں کہ مُصیبت آنے پر ہر حال میں صبر کرو۔

عقلی دلیل: اَنبیاء و اولیاء علی نبینا و علیہم الصلوۃ والسلام کی موت اور بیماری و دیگر تکالیف و مصائب میں مبتلا ہونے پر سرِ تسلیم خم کرنا ہمارے موقف کے خلاف نہیں یوں ہی اکثر آدمی بیماریوں سے مرنا وغیرہ وغیرہ۔ ہر بیمار اپنی بیماری کا حال طبیبوں اور ڈاکٹروں سے بیان کرتا ہے اور وہ بھی اپنے اُصولوں کے مُطابِق علاج کرتے ہیں جس سے بہت سے لوگوں کو صحت ہو جاتی ہے اور جس طبیب کا تَجْرِبہ وسیع اور جس کے ہاتھ پر زیادہ لوگوں کو صحت ہوتی ہے اکثر لوگ اُس کی طرف رُجوع کرتے ہیں اور وہ بھی بہ قَدَرِ امکان (جس قدر ممکن ہو) علاج میں کوتاہی نہیں کرتا باوُجود اِس کے جس کی قضا آجاتی ہے اُس کے علاج سے وہ طبیب اور ڈاکٹر بھی عاجز آجاتا ہے اور وہ مریض مرجاتا ہے۔ اگر طبیبوں اور ڈاکٹروں کے علاج سے موت رک سکتی تو دنیا میں کوئی بادشاہ اور مالدار نہ مرتا بادشاہوں کے علاج کے واسطے ہر ملک کے بڑے ڈاکٹر اور طبیب جمع کئے جاتے ہیں اور بڑی بڑی امیدیں اُن کو دلائی جاتی ہیں مگر اُنہیں کے زیرِ علاج مرنے والا مرجاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ موت کسی حال میں ٹل نہیں سکتی مگر باوُجود اِس کے ڈاکٹروں اور طبیبوں پر یہ اِلزام نہیں لگایا جاتا کہ تم نے اِس کو مار ڈالا یا علاج میں غفلت کی کیونکہ سب جانتے ہیں کہ موت کا علاج نہیں۔

حضرت عارف مولانا رومی فرماتے ہیں رحمۃ اللہ علیہ

(۱) چوں قضا آید طبیب ابلہ شود　　　آں دوا درنفع خود گمرہ شود

---

(۹۴)(حاشية الصاوي على تفسير الجلالين. أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ. ۱/ ۱۱۱۸. الشاملة الذهبية)

(۹۵)(خزائن العرفان ، سورت الکھف تحت آیت ۸۰، ۱/ ۵۶۴ ، مکتبۃ المدینۃ ، طباعت دوم ۲۰۱۳ء)

یعنی جب بیمار کی قضا آجاتی ہے تو طبیب کی عقل ماری جاتی ہے وہ کچھ کا کچھ نُسخہ تجویز(اختیار) کر بیٹھتا ہے اور اگر نُسخہ دُرُست و مفید بھی ہو تو وہ دوا اپنے مسلّمہ فائدہ کے بجائے الٹی تاثیر کرتی ہے۔

(۲)از ہلیله قبض شدا طلاق رفت   آب آتش را مدو شد ہمچو نفت

یعنی ہلیلہ جو قبض کُشا(کھولنے والی) ہے اُس سے قبض ہوگئی اور(یوں) کھل کے اِجابَت ہونا جاتا رہا(قضائے حاجت نہ کرسکا)۔اِسی طرح پانی جو ٹھنڈی چیز ہے مٹی کے تیل کی طرح، آتشِ بخار کی مدد بن گیا۔

(۳)ایں قضا ابرے بود خورشید پوش   شیر واژد ہابود زد ہمچو موش

یعنی غرض یہ قضا ایک بادَل ہے سورج کو چھپا لینے والا جس کے آگے شیر اور اژدھے چوہے کی طرح ضعیف وعاجز ہیں۔

سوال: تم کہتے ہو اولیاء اللہ کی دعاؤں سے تقدیر ٹل جاتی ہے اُنکی دعاؤں سے عمریں بڑھ جاتی ہیں اور قرآن میں ہے:

اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ۔ (پارہ۱۱، سورۃ یونس، آیت۴۹)

ترجمہ: جب اُن(کے اجل یعنی موت کا) کا وعدہ آئے گا تو ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹیں نہ آگے بڑھیں۔

جواب: یہ اُس کا قانون ہے لیکن اُس کی قُدرَت کے بھی قائل ہیں کہ وہ اپنے قانون قُدرَت کو بدل بھی دیتا ہے کب جب اُس کا کوئی محبوب کہے جیسا کہ علامہ اقبال نے فرمایا:

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں   جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

اِس پر ایک واقعہ شاہد ہے کہ مصر کے ایک بزرگ شیخ محمد شربنی نہایت عبادت گزار اور برگزیدہ انسان تھے، ایک مرتبہ اُن کا اِکلوتا بیٹا سخت بیمار ہوا اور قریب المرگ(الموت) ہو گیا مگر موصوف پھر بھی ہمہ تن مصروفِ عبادت رہے، آپ کی اَہلیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگیں کہ آپ کو تو محبتِ خداوندی کا خزانہ نصیب ہو چکا پس اگر ہمارا یہ بیٹا مر بھی جائے تب بھی آپ کو کوئی پروانہ ہو گی البتہ(میں) ممتا کی ماری کہاں جاؤں گی، خدارا اپنے بیٹے کی صحت یابی کے لئے بارگاہِ رب العِزت میں دعا کیجئے مگر آپ بے فکر ہو کر بیٹھ رہے۔ تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ مَلَکُ الموت بچّے کی روح قبض کرنے کے لئے مریض کے سرہانے پر پہنچ گیا، مَلَکُ الموت ہو یا کوئی اور فِرِشتہ، خدا کی مشیّت اور اِرادے کے بغیر قدم نہیں اُٹھاتا امام نبہانی نے امام شعرانی کے حوالے سے نقل فرمایا ہے کہ جب شیخ نے مَلَکُ الموت کو بچّے کے سرہانے دیکھا تو اُن پر اپنی اَہلیہ کی گریہ وزاری کا اثر ہوا اُسی وقت مَلَکُ الموت کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

ترجمہ:(اے مَلَکُ الموت) اپنے رب کے پاس واپس لوٹ جا، کیونکہ اُس بچّے کی موت کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔[۹۲]

(جامع کرامات الاؤلیاء از یوسف بن اسماعیل النبھانی، جلد اول، ص ۲۹۹ نیز جمال الاولیاء از اشرف علی تھانوی، ص ۲۰۲)

سوال: جب اللہ تعالیٰ کفار کے قلوب(دلوں) واَسماع(کانوں) وغیرہ پر مہر لگا دیتا ہے، پھر اگر وہ ایمان نہ لائیں تو اُس میں اُن کا کیا قصور ہے؟ قرآن مجید میں ہے:

(۹۲)(جامع کرامات الاؤلیاء، ۱/ ۱۷۸، دار الصادر، الطبع ۱۹۷۲ء)

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ ۔ (پارہ ۱، سورۃ البقرۃ، اٰیت ۷) **ترجمہ:** اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر کر دی۔

جواب: یہ کہ اُن کافروں نے اپنے قصد اور اِختیار سے بہت سخت جرم کئے اور اللہ تعالیٰ کے نبی کی ایسی شدید گستاخی کی جو نا قابلِ معافی تھی تو اللہ تعالیٰ نے بطورِ سزا اُنکے دلوں پر مہر لگا دی کہ اب اُن کے لئے ایمان لانا ممکن ہی نہیں رہا قرآن مجید میں ہے:

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۔ (پارہ ۶، سورۃ النساء، اٰیت ۱۵۵)

ترجمہ: تو اُن کی کیسی بد عہدیوں کے سبب ہم نے اُن پر لعنت کی اور اِس لئے کہ وہ آیاتِ الٰہی کے منکر ہوئے اور انبیاء کو ناحق شہید کرتے اور اُن کے اِس کہنے پر کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں بلکہ اللہ نے اُن کے کفر کے سبب اُن کے دلوں پر مہر لگا دی ہے تو ایمان نہیں لاتے مگر تھوڑے۔

اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۔ (پارہ ۲۸، سورۃ المنافقون، اٰیت ۲، ۳)

ترجمہ: اُنہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال ٹھہرالیا تو (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکا بیشک وہ بہت ہی بُرے کام کرتے ہیں۔ یہ اِس لئے کہ وہ زبان سے ایمان لائے پھر دل سے کافر ہوئے تو اُن کے دلوں پر مُہر کر دی گئی تو اب وہ کچھ نہیں سمجھتے۔

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ كَلَّا بَلْ سكته رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۔ (پارہ ۳۰، سورۃ المطففین، اٰیت ۱۳، ۱۴)

ترجمہ: جب اِس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں کہے (یہ) اگلوں (گزشتہ لوگوں) کی کہانیاں ہیں۔ کوئی نہیں، بلکہ اُن کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے اُن کی کمائیوں نے۔

اس کی مزید بحث و تفصیل و تحقیق فقیر کے رسالہ میں پڑھئے "تقدیر حق ہے"۔

وما توفیقی الا باللّٰہ العلی العظیم و صلی اللّٰہ علی حبیبہ الکریم

وعلیٰ آلہ و اصحابہ وجندہ العظیم

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غُفِرَلَہٗ

۳۰ محرم ۱۴۲۴ھ

بہاول پور۔ پاکستان